U82064 H 16-12-07

Title - TAREEKH HAYAAT-E-DEHLI

Creator - Rakan Uddin Nizami

Publisher - Manjar Kutb Khana Mehboobi (Delhi)

Date - 1937.

Pages - 80

Subjects - Dehli - Tareekh; Tareekh - Dehli.

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

۷۸۶

ہو الباقی — کل فانی

تاریخ

حیاتِ دہلی

یعنی

مشہور قابل دید مقامات بتانے والی نئے پرانے یادگار وعجائبات دکھانے والی اپنے زمانہ کی نرالی تحقیقات کی دہلی گائڈ

مؤلفہ

رکن الدین نظامی دہلوی

(ابن حضرت پیر سید شمس الدین نظامی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی)

طابع و ناشر

منیجر کتب خانہ محبوبی درگاہ معلےٰ حضرت نظام الدین اولیاء

(بار دوئم) دہلی (قیمت ۸)

مختصر فہرست مشہور و قابل دید مقامات

نوٹ:۔ یہ کتاب حیات دہلی ۱۹۳۳ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی اب ۱۹۳۷ء میں باضافہ دوبارہ شائع کی جاتی ہے۔ جس میں دہلی کے تمام مشہور و قابل دید مقامات کے حالات اور فوائد درج ہیں۔ (از۔ رکن الدین نظامی مسکن روحانی آستانہ محبوب الٰہیؒ دہلی)

[illegible]

تاریخ شہر دہلی

شہر دہلی" دریائے جمنا کے کنارے آباد ہے۔ پانچ ہزار سات سو برس قبل مسیح "موزیہ" خاندان کے راجہ" دہلو" نے شہر" دہلی" آباد کیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شہر کے قریب ہی راجہ" اننگ پال" نے نیا شہر بسایا تھا آخر جب ہندو راجہ مہاراجاؤں کی حکومت کو زوال ہوا اور" ہندوستان" میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوگئی۔ تو پھر خاندان غلاماں، خلجی، تغلق اور لودہی وغیرہ مسلمان بادشاہوں نے اپنے الگ الگ شہر آباد کئے۔ مگر سب" دہلی ہی مشہور رہے ؎

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت　　　رفت منزل بہ دیگرے پرداخت

مختلف زمانوں میں، مختلف جگہ۔ دس، بارہ، کوس کے اندر اندر یہی" دہلی" آباد رہی لیکن موجودہ" دہلی" "شاہجہاں بادشاہ" کی بسائی ہوئی ہے۔ اور اس کا اصلی نام شاہجہاں آباد ہے۔ مگر" دہلی مشہور زمانہ ہوگیا ہے۔ یہ شہر اپنی قدامت، اور خوبصورتی کے لحاظ سے

دہلی زمانہ قدیم کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر ہے اور اکثر ہندو مسلمان بادشاہ

اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ یہ ہمیشہ سے کانِ کمال اور علوم فنون کا مرکز رہا ہے بڑے بڑے بادشاہ اسکی خاک سے پیدا ہوئے۔ اور اپنی نوبت چند روزہ دنیا میں بجاکر، عالم کے دلوں پر اپنا سکہ جماکر، اسی کی خاک میں مل گئے۔ کس زبان سے دہلی کا حال بیان کیا جائے۔ اور کس قلم سے دہلی کا حال لکھا جائے۔ زبان خاموش ہے اور قلم خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ "دہلی" خود اپنی تاریخ ہے۔ اس کے عالیشان اور شکستہ کھنڈرات خود زبانِ حال سے دہلی کی عظمتِ رفتہ اور دورِ گذشتہ کی یاد دلا رہے ہیں ؎

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ　　آثار پدید است صنادیدِ عجم را

"دہلی" کی خاک سے ایسے ایسے باکمال پیدا ہوئے۔ جو بے مثال تھے۔ اس دہلی نے ترقی کے بڑے بڑے دور دورے دیکھے۔ اور بڑی بڑی تباہیاں، بربادیاں، بھی دیکھیں۔ ایسی کہ جن کے خیال سے کلیجہ منہ کو آئے۔ اور پتھر کا جگر پانی ہوجائے۔ سینکڑوں مرتبہ آباد ہوئی۔ اور سینکڑوں مرتبہ اجڑی اور برباد ہوگئی شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ ایسی ایسی خونریزیاں ہوئیں کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں تو ایسی تباہ و برباد ہوئی کہ گدھوں کے ہل چل گئے ہزاروں آدمی گھروں سے بے گھر ہوئے۔ جان و مال کی بھینٹ چڑھی۔

رستہ بستہ شہر اجڑ گیا۔ اور رہی سہی رونق بھی خاک میں مل گئی جب "غدر" کی بلا دور ہوئی۔ تو گورنمنٹ انگلشیہ کا راج ہو گیا۔ اور سلطنت مغلیہ ختم ہو گئی ؎

سلطنت دست بدست آئی ہے ۔۔۔ جام مے خاتم جمشید نہیں

سنہ ۱۹۱۱ء میں "دہلی" میں بڑا دربار ہوا۔ تمام راجہ، نواب آئے اور "ملک معظم" "جارج پنجم" نے دہلی کو سارے ہندوستان کا دار السلطنت مقرر کر دیا۔ جب سے پھر دہلی کے دن پھرتے چلے ہیں۔ چنانچہ دہلی کا نصیبہ چمکا۔ اور "نئی دہلی" اس کے برابر آباد ہوئی۔ جس میں سرکاری دفاتر، قلعہ شاہی، وائسرائے لاج، کونسل چیمبر، انڈیا گیٹ اور ہندی نواب۔ راجاؤں کی کوٹھیاں اور محلات بن گئے ہیں۔ جن سے دہلی کی رونق بڑھ گئی ہے۔ اور آبادی میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اب شہر روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ امید ہے۔ کہ بہت جلد ہی "شہر دہلی" اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور شان حاصل کرے، دنیا کے اول درجہ کے شہروں میں باعتبار خوبصورتی، علوم فنون، اور آبادی و تجارت شمار ہونے لگے گا۔

قابل دید مقامات

اندرون شہر :۔ لال قلعہ، جامع مسجد، مزار شیخ کلیم اللہ جہاں

آبادیؒ دہلوی، مزار ہرے بھرے صاحبؒ۔ مزار سرمد صاحبؒ۔ سراوگیوں کا مندر (جینی ٹمپل) کلاں مسجد (کالی مسجد) سنہری مسجد۔ ٹاؤن ہال۔ گھنٹہ گھر۔ مسجد فتحپوری، گردوارہ، طبیہ کالج، عربک کالج، جامعہ ملیہ جمنا کا پل، دھرم شالہ، نیلی چھتری۔ گرجا گھر کلاں۔ درگاہ شاہ ترکمانؒ لکھنبو، وکٹوریا زنانہ ہسپتال، سول ہسپتال،

بیرون کشمیری دروازہ فتح گڈھ، باؤٹا، پرانی چھاؤنی، درگاہ وزیر آبادؒ لاٹ صاحب کی پرانی کوٹھی۔

بیرون اجمیری دروازہ:۔ مزار حضرت خواجہ باقی باللہؒ۔ مزار سید حسن رسول نماؒ۔ مزارات خدا نماؒ، جہاں نماؒ، نور نماؒ، پنچ کوئیاں۔ جنتر منتر رائے سینا۔ (نئی دہلی) نیا قلعہ۔ دفاتر حکومت ہند، کونسل چیمبر، لیڈی ہارڈنگ ہسپتال، وائسرائے ہاؤس، نظام دکن پیلس۔ راجہ مہاراجہ اور نوابوں کی کوٹھیاں، مقبرہ منصور، مقبرہ سلطان سکندر لودھی (لیڈی ولنگڈن پارک) شاہ مرداں (علی گنج) درگاہ حضرت روشن چراغ دہلویؒ۔ درگاہ حضرت بیوی نورؒ۔ حوض خاص۔ قطب مینار۔ مقبرہ شمس الدین التمشؒ بادشاہ۔ سلطان علاء الدین گیٹ و مقبرہ۔ جوگ مایا کا مندر۔ گندھک کی باؤلی درگاہ حضرت امام ضامن صاحبؒ۔ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اولیا مسجد۔ شمسی تالاب۔ جھرنا (سیرگاہ شاہی) قلعہ رائے پتھورا۔ اور تخانہ

قدیم۔ لوہے کی لاٹھ۔ درگاہ حضرت سلطان غازی صاحبؒ۔

بیرون ترکمان دروازہ مہدیاں، چوسٹھ کمبہ، باغیچی میر دردؒ۔ (مزار میر درد)، تہہ خانہ چلہ کشی) تالاب شاہ جی بند ہو گیا

بیرون دہلی دروازہ :- کوٹلہ فیروز شاہ۔ ارون ہسپتال۔ مزار ملک یار پراںؒ۔ مزار بابا طوسی۔ (جھنڈے والی درگاہ) لال بنگلہ۔ پرانہ قلعہ۔ مقبرہ، ہمایوں، مقبرہ نواب عیسیٰ خاں۔ درگاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، چونسٹھ کھمبہ۔ مدفن غالبؒ۔ عرب سرائے۔ درگاہ حضرت شمس الدین اوتاد اللہؒ (بیتہ والی درگاہ) خانقاہ حضرت سلطان جیؒ۔ مقبرہ نواب عبد الرحیم خانخاناں۔ گرددوارہ۔ درگاہ حضرت سید محمود بہارؒ۔ قصر کوشک ہزار ستون۔ بارہ پلہ۔ اوکھلہ بند (سیر گاہ و شکار گاہ) مندر کالکا جی۔ تغلق آباد۔

شہر دہلی کی فصیل اور مشہور دروازے

شہر دہلی کے ارد گرد پانچ میل سے زیادہ لمبی، چار گز چوڑی۔ اور نو گز اونچی نہایت مستحکم چونے کی فصیل تھی۔ مگر اب وہ جگہ جگہ سے صفا ہو گئی ہے۔ اور کچھ حصہ باقی ہے۔ پہلے اس میں ۲۷ برج، ۱۲ دروازے اور چودہ کھڑکیاں تھیں اب سب کھڑکیاں اور دروازے ہموار کر دیے گئے ہیں۔ صرف بعض مشہور دروازے قائم ہیں۔

مشہور دروازے کشمیری[1] دروازہ۔ موری[2] دروازہ۔ لاہوری[3] دروازہ۔ اجمیری[4] دروازہ۔ ترکمان[5] دروازہ۔ دہلی[6] دروازہ۔ کھڑکی[7] فراش خانہ۔ کھڑکی زینت[8] المساجد۔

شہر دہلی کے مشہور بازار

بازار چاندنی چوک یہ دہلی کا سب سے بڑا اور خوبصورت بازار ہے پہلے اس کے بیچ میں ایک نہر جاری تھی۔ مگر اب بند کر دی گئی ہے۔ اس بازار میں بیش قیمت اور اچھے سے اچھا مال ملتا ہے۔ یہ تجارت کا مرکز ہے۔ اس میں بڑی بڑی عالیشان دکانیں یورپ کے نمونے پر بنی ہوئی ہیں۔ یہ بازار خوشنمائی اور نفاست میں مشہور ہے۔ اس میں کپڑا، انگریزی ادویات، بساط خانہ، جوتے، چمڑے کا سامان، شیشے کا سامان، عطر، رنگساز، گوٹہ، سلمہ، اسٹیشنری، غیر ملکی اور دیسی مصنوعات، وغیرہ ہر قسم کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ یہاں بینک اور بیمہ کمپنیوں کے دفاتر بھی ہیں۔

بازار فتحپوری یہ بازار چاندنی چوک کے قریب ہے۔ اس بازار میں رنگ، بساط خانہ، پھل اور میوہ فروشوں کی دکانیں ہیں۔ متعدد ہوٹلیں ہیں۔ حمام۔ اور چوب فروش۔ نیز اب فروش ہیں۔

بازار لال کنواں یہ دہلی کا قدیم اور مشہور بازار ہے یہاں آہن لوہا۔ اور سرخ پتھر کی تجارت ہوتی ہے۔

چاوڑی بازار :- یہ بہت بڑا اور مشہور بازار ہے۔ یہاں کاغذ لوہا اور تانبے پیتل کے برتنوں کی تجارت بہت ہوتی ہے۔ یہ کاغذ کی بہت بڑی منڈی بھی ہے۔ اس لئے یہاں بڑے بڑے چھاپے خانے قائم ہیں۔

بازار دریبہ کلاں :- یہ بہت پرانا اور مشہور بازار ہے۔ اس میں چاندی کے برتن، زیورات، ہاتھی دانت کا سامان۔ تیل عطر کتابیں گوٹہ، سلمہ۔ اور روشنائی وغیرہ کی دکانیں ہیں۔

بازار نئی سڑک یہ بازار بھی بہت مشہور ہے۔ اس میں سودیشی کپڑا جوتے۔ دریاں۔ بجلی کا سامان۔ ہارمونیم۔ ستار باجے۔ اسٹیشنری۔ اور کتابیں وغیرہ فروخت ہوتی ہیں۔

بازار بلیماران یہ بہت پرانا اور مشہور بازار ہے۔ اس میں دہلی کے مشہور طبیبوں کے مطب ہیں اور بڑے بڑے دواخانے قائم ہیں۔

بازار کھاری باؤلی :- یہ بہت بڑا اور تھوک بازار ہے۔ اسمیں غلہ۔ کرانہ۔ گھی۔ تیل۔ پھل۔ ترکاری۔ خشک رنگ۔ دیسی ادویات ا

اور اچار مربہ کی تجارت ہوتی ہے۔ یہ ستلج کی مشہور منڈی ہے۔

صدر بازار یہ بازار بہت بڑا اور مشہور ہے۔ اس میں ہر قسم کے تھوک فروشوں کی دوکانیں ہیں۔ اور ہر قسم کا دیسی اور غیر ملکی (خصوصاً یورپ۔ امریکہ اور جاپان کی مصنوعات) مال فروخت ہوتا ہے۔ زیادہ تر بساط خانہ۔ موزہ بنیان۔ سوت گولہ۔ صابن شیشہ کا سامان۔ چمڑے کا سامان۔ کھلونے۔ بجلی کا سامان اور سگریٹ، بیڑی وغیرہ کی تجارت ہوتی ہے۔

سبزی منڈی یہ پھل اور ترکاریوں کا تھوک بازار ہے۔ اس میں زیادہ تر پھل۔ سبزی اور میوہ فروشوں کی دکانیں ہیں۔ یہ پھل اور ترکاری کی بڑی منڈی ہے۔

کلاتھ مارکیٹ یہ بازار کوئنز روڈ پر واقع ہے۔ اور کپڑے کی تجارت کے لئے مخصوص ہے۔ اس بازار میں ہر قسم کا کپڑا فروخت ہوتا ہے۔

کشمیری بازار یہ بہت بڑا اور مشہور بازار ہے۔ اس میں انگریزوں کی دکانیں اور بڑی بڑی کمپنیاں واقع ہیں۔ یہاں موٹر۔ بائسکل مشینری اور اسلحہ جات وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔

بازار جامع مسجد اسے چوک بازار بھی کہتے ہیں۔ یہ بازار شام کے وقت جامع مسجد کی سیڑھیوں اور گرد و نواح میں لگتا ہے۔ اس میں ہر قسم کی چیزیں آواز لگا کر فروخت ہوتی ہیں۔ زیادہ تر کپڑا۔ ٹوپیاں۔ جوتیاں۔ موزہ بنیان۔ جرابیں۔ بساط خانہ کھلونے۔ اور ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ (یہاں کی ملائی کی برف۔ کھیر۔ کباب اور "حلیم شریف" بہت مشہور ہے۔

نوٹ:۔ جامع مسجد کے چوک بازار میں مصالحہ دار "حلیم" بہت بکتی ہے، اسے دیہاتی لوگ بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور "حلیم شریف" کہتے ہیں۔)

نئی دہلی کے مشہور انگریزی ہوٹل

۱۔ "امپیریل ہوٹل" کوئن روڈ نئی دہلی۔
۲۔ "میرینا ہوٹل" متصل لیڈی ہارڈنگ ہسپتال نئی دہلی۔

شہر دہلی کے مشہور انگریزی ہوٹل

۱۔ "میڈنس ہوٹل" راجپور روڈ دہلی۔
۲۔ "سیسل ہوٹل" کلب روڈ دہلی۔

۳۔ "سوئیس ہوٹل"۔ راجپور روڈ دہلی۔

۴۔ "الیگزنڈرا ہوٹل"۔ راجپور روڈ دہلی۔

۵۔ "وڈلینڈ ہوٹل"۔ مٹکاف روڈ دہلی۔

شہر دہلی کے مشہور ہندوستانی ہوٹل

۱۔ "شریف ہوٹل"۔ بازار چاندنی چوک دہلی۔

۲۔ "بمبئی مسلم ہوٹل"۔ بازار فتحپوری دہلی۔

۳۔ "کارونیشن ہوٹل"۔ بازار فتحپوری دہلی۔

۴۔ "مہاراجہ ہوٹل"۔ متصل ریلوے اسٹیشن دہلی۔

۵۔ "پنجاب ہندو ہوٹل"۔ بازار فتحپوری دہلی۔

۶۔ "محبوب ہوٹل"۔ بازار چاندنی چوک دہلی۔

۷۔ سرائے احمد پائی"۔ نزد ریلوے اسٹیشن دہلی۔

دہلی کے مشہور ہسپتال

۱۔ "سول ہسپتال"۔ متصل جامع مسجد دہلی۔

۲۔ "اروِن ہسپتال"۔ متصل دہلی دروازہ دہلی۔

۳۔ "وکٹوریہ زنانہ ہسپتال دہلی"۔ متصل جامع مسجد دہلی ۱۱

۴۔ لیڈی ہارڈنگ ہسپتال۔

شہر دہلی کے مشہور باغات

روشن آرا باغ یہ دہلی کا پرانا اور بہت مشہور باغ ہے۔ سبزی منڈی کی سڑک پر واقع ہے۔ یہ شاہجہاں۔ بادشاہ کی بیٹی شہزادی روشن آرا بیگم کی یادگار ہے۔ اس میں ایک پختہ بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ اور اس میں شہزادی روشن آرا بیگم کی قبر ہے۔ اس باغ میں پھول پھل خوب ہوتے ہیں۔ یہ بڑا پر فضا اور بارونق باغ ہے۔ سیر و تفریح کے لئے بہت موزوں ہے۔

قدسیہ باغ یہ بھی شہر دہلی کا مشہور اور پرانا باغ ہے۔ یہ کشمیری دروازہ کے قریب واقع۔ اور شاہ عالم ثانی (بادشاہ) کی بیوی قدسیہ بیگم کی یادگار ہے۔ اس کے قریب دریائے جمنا بہتی ہے باغ بھی نہایت سر سبز اور پر فضا ہے۔ نیز دریا کا منظر بھی خوب ہے۔ غرض یہ بڑی پر لطف اور دلکش سیرگاہ ہے۔

کمپنی باغ یہ باغ ریلوے اسٹیشن اور چاندنی چوک کے درمیان واقع ہے۔

یہ بڑا وسیع اور بہت پر فضا و دلکش باغ ہے۔ اس میں صبح و شام

بہت سے لوگ سیر و تفریح کرتے ہیں۔ اور جگہ جگہ لوگوں کے جھمگھٹ نظر آتے ہیں۔ اس باغ میں پبلک جلسے وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ اور ایک پبلک لائبریری بھی ہے جسے "ہارڈنگ" لائبریری کہتے ہیں۔ یہاں کتابیں، اور اخبار و رسالے پڑھنے کے لئے مفت ملتے ہیں۔ شہر کے وسط میں ایسا وسیع اور پر فضا باغ واقعی بے نظیر ہے۔

ایڈورڈ پارک جامع مسجد کے قریب "پریڈ" کے میدان میں واقع ہے اس میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی یادگار "دھات کا مجسمہ گھوڑے سوار" نصب ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا خوشنما باغ ہے۔ اس میں جگہ جگہ پھولدار پودے لگے ہوئے ہیں۔ یہ بھی بڑی پر لطف تفریح گاہ ہے

مشہور و قابل دید مقامات

اندرون شہر دہلی

جامع مسجد دہلی:- یہ مسجد "لال قلعہ" شاہجہانی دہلی سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ سلطان شہاب الدین محمد شاہجہاں بادشاہ نے اس مسجد اقصی کو بنوایا تھا۔ اس کی خوبی اور خوشنمائی بیان سے باہر ہے۔ یہ زیب و زینت میں آپ اپنی نظیر ہے۔ اور "عہد مغلیہ" کے فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ "مشہور
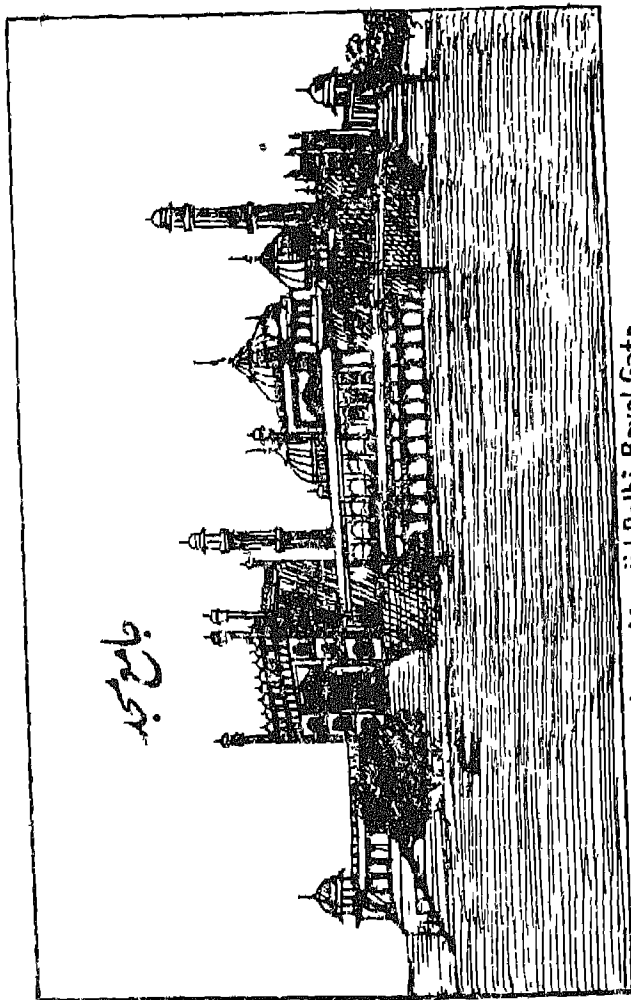
Jama Masjid Delhi, Royal Gate

ہے کہ شاہجہاں بادشاہ نے خواب میں ایسی مسجد دیکھی تھی پس اسی کی ہوبہو زرِ کثیر خرچ کرکے بڑی محنت اور جانفشانی سے یہ مسجد تیار کرائی۔" ایسی خوشنما مسجد روئے زمیں پر نہیں ہے۔ سرتاپا سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ اندر سے باہر تک سنگ مرمر کی جابجا دھاریاں پڑی ہوئی ہیں اور سنگ سرخ میں سنگ موسیٰ (سنگ سیاہ) کی پچی کاری نہایت خوشنما کی ہوئی ہے۔ اس کے برج سنگ مرمر کے ہیں اور ان میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں ایسے تناسب سے بنی ہوئی ہیں کہ کسی جگہ بال برابر فرق نہیں ہے۔ ۱۰ شوال سنہ ۱۰۶۰ھ مطابق سنہ ۱۶۵۰ء میں اس مسجد کی بنیاد باہتمام نواب سعداللہ خاں دیوان اعلیٰ اور نواب فاضل خان پڑنی شروع ہوئی تھی۔ ہر روز پانچہزار مزدور اور سنگ تراش کام کرتے تھے، باوجود اس اہتمام کے چھ برس میں بصرف دس لاکھ روپیہ علاوہ پتھر اور مصالحہ وغیرہ کے (یعنی صرف مزدوری) مسجد مکمل ہوئی۔ اس مسجد کے تین گنبد ہیں۔ ۹۰ گز کے طول اور ۳۰ گز کے عرض میں۔ اندر کی طرف سات محرابیں ہیں۔ اور باہر صحن کی طرف گیارہ در ہیں بیچ کا ایک در تو بہت بلند ہے۔ اور پانچ پانچ ادھر اودھر ہیں بیچ کے در میں "یاھادی" بطور طغرے کے اور باقی دروں میں شاہجہاں بادشاہ کا نام تاریخ تعمیر اور زرِ مصارف سنگ موسیٰ کی پچی کاری سے

کندہ ہے۔ ان دروں کے دونوں طرف بہت بلند مینارے بنے
ہوئے ہیں۔ اور میناروں میں چکردار زینہ بنا ہوا ہے۔ ان میناروں
کے اوپر بارہ دری برجیاں سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں۔ شمالی مینار
کی برجی پر بجلی گری تھی جس کی مرمت سنہ ۱۲۳۲ھ میں گورنمنٹ کی معرفت
ہوئی۔ اور تانبہ کی بجلی برج اور میناروں پر بیگم بھوپال کی طرف سے
نصب کردی گئی تاکہ آئندہ ضرر نہ پہنچے۔ اندر دالان میں سنگ مرمر
کا فرش ہے۔ شمالی دالان میں کچھ قدیم تبرکات ہیں۔ ان کو "آثار
شریف" کہتے ہیں۔ باہر صحن میں سنگ سرخ کا فرش ہے۔ اور بیچ میں
سنگ مرمر کا ایک خوشنما حوض ہے۔ سنہ ۱۱۸۱ھ میں حوض کے پاس ایک
چھوٹا سا کٹہرہ بنا ہے۔ اور چاروں کونوں پر چار برج مع بارہ دری
کے خوشنما بنے ہوئے ہیں۔ ۱۳۰ گز کے طول و عرض میں یہ حوض واقع
ہے۔ اس مسجد کے تین عالیشان دروازے ہیں۔ یہ مسجد بلندی پر
واقع ہونے کی وجہ سے اتنی پر فضا ہے کہ اس میں جانے سے دل
خوش ہو جاتا ہے۔ اور "جنت" کا سا لطف آنے لگتا ہے۔ یہ مسجد پانچوں
وقت نمازیوں سے بھرپور رہتی ہے۔ "جمعہ" "عیدین" اور خاص کر
"جمعۃ الوداع" کی نماز میں اس قدر نمازیوں کی کثرت ہوتی ہے کہ مسجد
تو مسجد، شاہراہ، اور جامع مسجد کے بازار میں بھی نمازی ہی نمازی نظر

آتے ہیں۔ غرض بڑا موثر اور قابل دید منظر ہوتا ہے۔

لال قلعہ شاہجہانی دہلی

دریائے "جمنا" کے کنارے شہر "دہلی" کے قریب، یہ مشہور قلعہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ یہ "آگرے" کے قلعہ سے دگنا۔ اور "لاہور" کے قلعہ سے کئی گنا بڑا ہے۔ سلطان شہاب الدین محمد شاہجہاں بادشاہ نے جو مغلیہ خاندان کا بڑا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ اس قلعہ کو بنوایا تھا۔ اس کا سنگ بنیاد شب جمعہ ۹ رمحرم الحرام ۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹ء میں زیر اہتمام نواب عزت خاں صوبے دار سندھ رکھا گیا کاریگروں میں سب سے بڑے استاد احمد و حامد نامی تھے۔ نواب عزت خاں کے سپرد یہ کام پانچ ماہ رہا۔ اس عرصہ میں اس نے قلعہ کی بنیادیں بھروا دیں اور مال مصالحہ وغیرہ جمع کیا۔ پھر عزت خاں سندھ بھیج دیا گیا اور اس کی جگہ یہ کام نواب اعمد وردی خاں بہادر کے سپرد ہوا۔ اس نے دو برس ایک ماہ میں بارہ گز اونچی فصیل اٹھوا دی۔ اس کے بعد اعمد وردی خاں "بنگالہ" کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور یہ کام مکرمت خاں کو دیا گیا۔ اس نے نو سال کی لگاتار محنت کے بعد قلعہ کا تعمیری کام بحسن وخوبی سرانجام دیا۔ اس کے چار دروازے، دو کھڑکیاں اور اکیس "

برج ہیں۔ اور قلعہ کے چاروں طرف پچیس گز چوڑی اور دس گز گہری خندق بھی ہے اس قلعہ کا رقبہ تقریباً چھ لاکھ مربع گز ہے۔ یہ قلعہ علاوہ پتھر اور مصالحہ پچاس لاکھ روپیہ میں ۱۲ سال کی لگاتار محنت سے تیار ہوا تھا۔ سرتاپا سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ اور اس پر سنگ مرمر کا نرالا حاشیہ ہے۔ اس قلعہ میں مضبوط اور عالیشان فصیل، خوبصورت برجیاں، نفیس مرغولیں اور عجیب و غریب خوشنما عمارتیں ہیں ہندوستان بھر میں ایسا خوبصورت اور وسیع قلعہ نہیں ہے۔ پہلے اس میں بہت سے قابل دید مقامات اور خوشنما عمارتیں تھیں۔ جن کی چھتیں چاندی سے مزین تھیں۔ اور جگہ جگہ بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ایک کروڑ روپیہ کی لاگت کا "تخت طاؤس" تھا جو سونے اور چاندی کا بنا ہوا تھا۔ اور سچے موتی و جواہرات سے مرصع تھا۔ چونچ میں سچے موتیوں کی مالا لئے ہوئے تخت کے چاروں کونوں پر خالص سونے اور جواہرات کے چار مور اس طرح کھڑے تھے گویا اب ناچنے والے ہیں۔ اسے سلطنت مغلیہ کے زوال کے وقت "محمد شاہ" بادشاہ کے عہد میں "نادر شاہ" ایرانی لے گیا، اور بیش قیمت ساز و سامان مرہٹہ گردی کی بھینٹ چڑھا۔ جواہرات بری طرح نوچ کھسوٹ لے گئے اور چاندی کی چھت بھی ساری اکھیڑ لی گئی۔ اس کے بعد غدر ۱۸۵۷ء میں باغی فوجوں نے "دیوان عام" میں گھوڑے باندھے۔ آگ جلائی اور صاف ستھرے بیش

قیمت محلات کا ستیاناس کر دیا۔ توپوں کے گولوں سے قلعہ۔ اور اس کے محلات کو سخت صدمہ پہنچا پھر غدر کے بعد بہت سے قابل دید مقامات مسمار کر دئے گئے۔ اور ان کی جگہ انگریزی کوٹھیاں، فوجی گوروں کی بارگیں اور ایک بہت بڑی عمارت "یادگار دربار شاہی" تعمیر ہوئی ...... غرض شہر دہلی کے ساتھ ساتھ اس قلعہ کی بھی خوب مٹی خراب ہوئی۔ پر کیف سرسبز شاداب باغوں اور خوشنما نہروں کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ کل جہاں مرغان چمن نغمہ سرائی کرتے تھے۔ اور بلبلیں چہچہاتی تھیں۔ آہ آج وہاں خاک اڑ رہی ہے۔ جو قلعہ عہد "مغلیہ" میں رشک جنت تھا۔ آج ویران اور تباہ وبرباد ہوگیا ہے۔ ہر طرف اداسی چھارہی ہے۔ اور حسرت برس رہی ہے۔ اب قلعہ میں پہلی سی رونق کہاں ہے وہ سماہی نہ رہا۔ مکان خالی ہیں اور مکیں خاک میں مل گئے۔ کل جہاں نوبتیں بجتی تھیں۔ اور سامان رزم وبزم آراستہ تھا۔ آج وہاں شکستہ اور پامال کھنڈرات سے نوحہ وزاری کی صدا آرہی ہے۔ ہر طرف فنا کا نقشہ ہے واہ رہی گردش زمانہ۔ تو نے کسی کو نہ چھوڑا۔ رستے بستے گھر ملیامیٹ کردئے بڑے بڑے شہر ونکی اینٹ سے اینٹ بجوادی جن کا ڈنکا زمین سے آسمان تک بجتا تھا۔ اور جن کی ہیبت سے قیصر وفغفور تھراتے تھے۔ آج وہ لاکھوں من مٹی اور پتھروں کے ڈھیر کے نیچے بے بس اور خاموش پڑے ہیں۔ آہ! ان کی قبروں پر بے کسی ایک شامیانہ ہے ؎

گونجتے تھے جن کی نوبت سے زمین وآسماں

چُپ پڑے ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

سچ ہے صدا کسی کا دورِ دورہ نہیں رہتا۔ ہر کمال را زوالے۔ وہ قلعہ جو "عہدِ مغلیہ" میں اس شعر کے موافق ؎

اگر فردوس بر روئے زمیں است ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

بہشت بریں تھا۔ آج گردشِ ایام سے کس مپرسی میں پڑا ہوا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے بعض عمارتیں اور قابلِ دید مقامات اب بھی باقی ہیں۔ جو اپنی عظمتِ رفتہ اور دورِ گذشتہ کی یاد دلا کر دلوں کو تڑپا رہے ہیں۔ اب قلعہ کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے "عہدِ مغلیہ" کا مرثیہ پڑھ رہا ہے۔ اگر آنکھیں ہیں تو دیکھو! اور کان ہیں تو سنو! دو آنسو بہا لو۔ اور عبرت پکڑو۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

قلعہ شاہی کی بعض مشہور اور قابلِ دید عمارتیں

لاہوری دروازہ لال قلعہ کے سب دروازوں سے زیادہ اسی دروازے میں سے آمد و رفت ہوتی ہے۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہؒ نے اس دروازے کے سامنے "گھوگھس" یا گھونگٹ کی دیوار بنوا کر اس دروازے کی پوری حفاظت کر دی ہے۔ یہ لاہوری دروازہ نہایت بلند اور محراب دار ہے۔ اس کی بلندی اکتالیس ۴۱ فٹ اور چوڑائی چوبیس ۲۴ فٹ ہے۔ یہ دروازہ سہ منزلہ ہے اور اس کے اوپر ہشت پہلو مثمن شکل کے کمرے بنے ہوئے ہیں۔
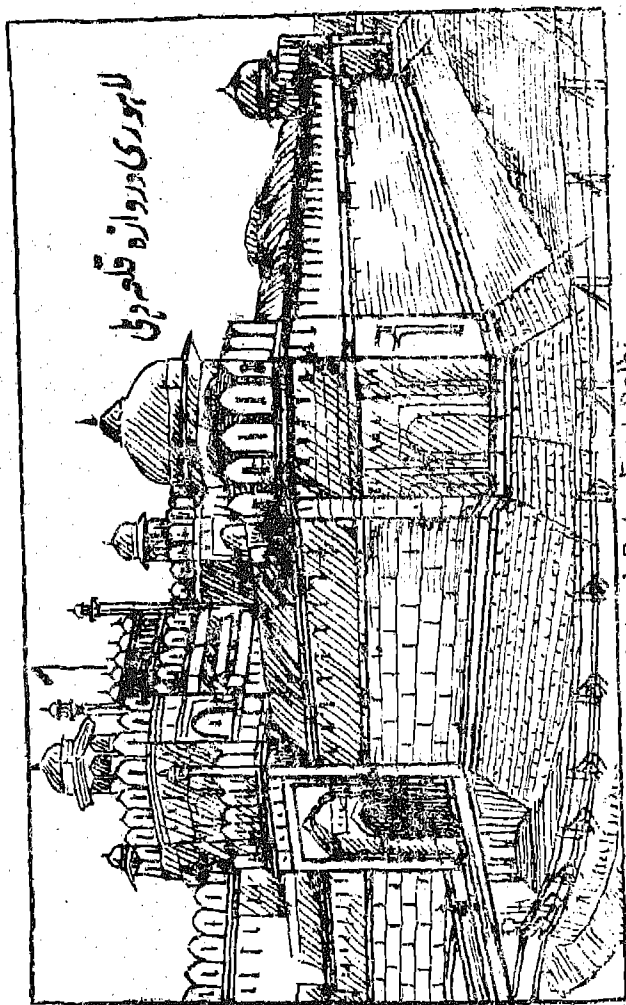
Lahori Gate Fort Delhi

چھتہ لاہوری دروازہ دہلی

لاہوری دروازہ میں داخل ہونے کے بعد ۲۳۰ فٹ لمبا اور ۱۳ فٹ چوڑا نہایت شاندار چھتہ بنا ہوا ہے۔ یہ لداؤ کا ہے۔ اور اس میں عجیب وغریب خوبصورت لہریں اور موڑ توڑ بنے ہوئے ہیں۔ اس چھتہ کے اندر دونوں طرف بیس۲۰ دکانیں ہیں۔ عہد مغلیہ میں یہ "چھتہ بازار" مشہور تھا۔ آج کل بھی اس میں دوکانیں ہیں اور کھانے پینے کا سامان فروخت ہوتا ہے۔

شاہی نقّارخانہ

لاہوری دروازہ کے چھتہ میں سے گذرنے کے بعد ایک نہایت خوبصورت اور آراستہ چوک ہے۔ پہلے اس کے اردگرد نہایت خوبصورت اور قابل دید مقامات بنے ہوئے تھے۔ جن میں زمانۂ قدیم (عہد مغلیہ) میں امرا اور منصب داروں کی نشست گاہ تھی۔ چھتے کے دروازہ کے سامنے ایک اور بہت بڑی عمارت تھی۔ جس کو انگریزوں نے فوجی اغراض کے لئے مسمار کردیا۔ اب نہ چوک ہے۔ اور نہ اس کی دیواریں اور نہ حوض ہے۔ "شاہی نقارخانہ" کے درمیان کی عمارتوں کو ڈھاکر صاف میدان کردیا گیا ہے۔ صرف نقارخانہ کی اصل عمارت باقی ہے۔ یہ نقارخانہ ۳ فٹ اونچے چبوترہ پر بنا ہوا ہے اس کا کمرہ ۷۰ فٹ چوڑا اور ۴۰ فٹ اونچا ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر دس فٹ اونچی برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ نقارخانہ کا دروازہ انتیس فٹ

اونچا اور ۲۰۰ فٹ لمبا ہے۔ دونوں جانب دو منزلہ کمرے ہیں۔ اور اس کے اوپر پنج درہ دالان ہے۔ اسی دالان میں شاہی نوبت و نقارہ بجا کرتا تھا۔ چھت کے شمال مغربی اور جنوب مغربی کونوں پر چار چار ستون کی مربع برجیاں ہیں۔ اور گنبدوں کے نیچے ایک چوڑا چھتہ ہے۔ یہ عالی شان عمارت آجکل ویران پڑی ہوئی ہے۔ اب یہاں نہ نوبت ہے۔ اور نہ شاہی نقارہ بجتا ہے۔ البتہ نقار خانہ کی ویران و شکستہ عمارت "شاہان مغلیہ" کا زبان حال سے ماتم کر رہی ہے۔

فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

دیوانِ عام

یہ عمارت قلعہ کے عین وسط (بیچ) میں واقع ہے۔ اور نہایت عجیب و غریب اور خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اس کے شرقی جانب "بادشاہ جہاں پناہ" جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اور دربار عام ہوا کرتا تھا۔ اسی لئے اسے "دیوان عام" کہتے ہیں۔

"عہد مغلیہ" میں جبکہ یہ عمارت اپنی اصلی شان میں تھی۔ تو اس کی لمبائی ۱۵۵ فٹ اور عرض ۴۰۰ فٹ تھا۔ اس کی چار دیواری کے اندر خوشنما مکانات۔ اور دالانوں کا سلسلہ تھا۔ اس محل کے کمرے بہت کشادہ اور وسیع تھے۔ اور ان میں درباری امراء وغیرہ رہتے تھے۔ "عیدین" اور "شاہی دربار" کے

موقع پر یہ مقامات بڑے اعلیٰ پیمانہ پر آراستہ و پیراستہ کئے جاتے تھے۔ اور ستونوں پر کمخواب لپیٹی جاتی تھی، دروں میں ریشمی، مخملی اور اطلسی پردے لٹکائے جاتے تھے۔ اور قالینوں کا فرش کیا جاتا تھا۔ غرض محل سج سجا کر بیش قیمت اور نفیس ساز و سامان سے جگمگانے لگتا تھا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں اس عالیشان محل کے تمام مکانات اور دیواریں مسمار کر دی گئیں۔ اب ان کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ ایسے ایسے لاجواب مکانات خاک میں ملا دئے گئے جو "خلد بریں" کے محلات کا نمونہ تھے۔ اب صرف "دیوان عام" کا وسطی حال باقی ہے ؎

کیسے کیسے زرنگار ایواں ملے ہیں خاک میں
ذرہ ذرہ اب بھی ویرانوں میں اطلس پوش ہے

"دیوان عام" کے بائیں طرف "ولیعہد بہادر" کے محلات تھے۔ وہ بھی سپاٹ کر دئے گئے ہیں۔ دیوان عام کا ہال شکستہ و برباد ہو گیا ہے۔ اس کا طلائی نقش و نگار کھرچ ڈالا گیا ہے۔ اور پچی کاری میں جو بیش قیمت جواہرات اور نگینے جڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی سب نکال لئے گئے ہیں۔ باوجود اس تباہی اور بربادی کے یہ "ہال" اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ساری عمارت سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ چبوترہ چار فٹ بلند ہے۔ "ہال" ۸۰ فٹ لمبا ۴۰ فٹ چوڑا ہے۔ اور چھت ۳۰ فٹ اونچی ہے۔ یہ "ہال" تین طرف سے کھلا ہوا ہے۔ اور "ہال" کے سامنے کے رخ چھت پر دو برجیاں نقار خانہ کی برجیوں کی مانند بنی ہوئی ہیں۔ چھت بالکل صاف ہے۔ اور

تینوں طرف چوڑا چھجہ ہے۔ "ہال" کے اندر تین تین قطاریں سات سات دروں کی ہیں۔ اور ہر در میں چار چار ستون ہیں۔ جن پر خوشنما محرابیں بنی ہوئی ہیں "ہال" کے صحن میں دس بڑے بڑے ستون ہیں۔ جن کی محرابیں پہلی محرابوں کی طرح ہیں۔ "ہال" کے تینوں طرف سیڑیاں ہیں۔ اور پچھلی دیوار کے وسط میں گیارہ فٹ مربع سنگ مرمر لگا کر خوبصورت پچی کاری کا کام کیا ہوا ہے۔ جس میں خوبصورت و خوشنما پتھر جڑے ہوئے ہیں۔ اور طرح طرح کے بیل بوٹے اور نقش و نگار کی بے نظیر صناعی دکھائی ہے۔ اس کے بیچ میں سنگ مرمر کا ایک چبوترہ آٹھ فٹ بلند اور سات فٹ مربع ہے اور اس کے اوپر سنگ مرمر کا کرسی دار "بنگلہ" چار گز مربع بنا ہوا ہے۔ اس بنگلہ کے چار ستون ہیں۔ جن پر یہ بنگلہ قائم ہے۔ اور ستونوں پر سنگ مرمر کی ملبت کاری ہے۔ اور ان کے اوپر سنہری کلس چڑھے ہوئے ہیں بنگلے کے پیچھے ایک طاق ہے جس پر نقش و نگار ترشے ہوئے ہیں۔ پیش طاق کے پیچھے پہلے شاہی محل تھا۔ (جو غدر ۱۸۵۷ء میں مسمار ہو گیا) اور اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ دربار کے موقعہ پر "بادشاہ سلامت" اسی راہ سے تشریف لاتے تھے۔ اور سنگین بنگلہ نما تخت پر جلوہ افروز ہوتے تھے اسی مقام کو تخت شاہی یا "نشیمن ظل الٰہی" کہتے تھے۔ اس جگہ سب امراء وزراء ہاتھ باندھے ہوئے تخت کے آگے حاضر رہتے تھے۔ اس تخت کی کرسی بہت اونچی ہے۔ اس لئے اس کے آگے ایک سنگ مرمر کا بہت خوبصورت تخت نقش و نگار کیا ہوا رکھا ہے۔ اس کے اوپر
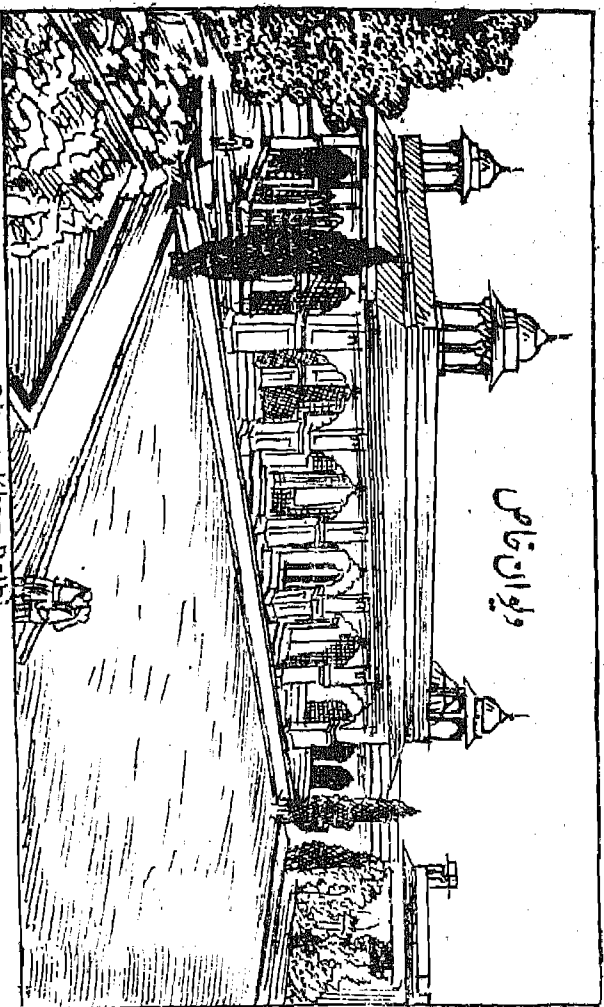
Diwan Khas Delhi.

بادشاہ کے "مقرب خاص" چڑھ کر پہلے شاہی تخت کو بوسہ دیتے تھے۔ اور پھر بادشاہ سے عرض و معروض کیا کرتے تھے۔ یہ تخت ۷ فٹ لمبا اور ۴ فٹ چوڑا اور ۱۳ فٹ اونچا ہے۔ اس کا سارا بیش قیمت کام اکھاڑ لیا گیا ہے اور اب کس مپرسی میں پڑا ہوا ہے۔ اس تخت کے آگے حسب مراتب نواب، راجہ، منصب دار وغیرہ نظریں جھکائے مؤدب کھڑے رہتے تھے اور باہر صحن میں عام لوگ اور فریادی عرض و معروض کرنے کے واسطے حاضر ہوتے تھے۔ لیکن اب "نشیمن شاہی" بھی خالی ہے اور "دیوان عام" بھی ویران اور لٹ لٹا کر عبرت کا مرقع ہو گیا ہے۔

دیوان خاص

"دیوان عام" کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا "دیوان خاص" ہے۔ یہ بے نظیر عمارت ساڑھے چار فٹ اونچے، دو سو بیالیس فٹ لمبے اور آٹھ فٹ چوڑے چبوترے پر واقع ہے۔ "دیوان خاص" سارے ہندوستان کی عمارتوں میں سب سے اعلیٰ اور خوبصورت ہے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اور بلحاظ صناعی و آراستگی "مغلیہ" فن آرٹ کا لاجواب نمونہ ہے۔ اس کے بڑے کمرے کا طول و عرض ۹۰ × ۶۷ فٹ ہے۔ اس کی چھت اور محرابیں خوبصورت بنگڑی دار ہیں۔ اس میں ۳۲ ستونوں کی دوہری باڑ ہے۔ کمرے کی مشرقی دیوار میں دروں کے اندر سنگ مرمر کی نفیس و نازک جالیاں بنی ہوئی ہیں۔ کمرے کی چھت

کے چاروں کونوں پر کھلی ہوئی چوکور برجیاں ہیں۔ جن میں چار چار ستون اور چھتریاں بنی ہوئی ہیں۔ اور ان پر سنہری کلس لگے ہوئے ہیں۔ "دیوان خاص" کا کمرہ مستطیل ہے۔ اور نہایت عالیشان بنا ہوا ہے۔ سب ستونوں کے اوپر اعلیٰ درجہ کی نقش و نگاری کی ہوئی ہے۔ محرابوں کے اندرونی رخ پر نہایت خوبصورت کام ہے۔ اور بیش قیمت رنگ برنگ کے پتھر (جواہرات وغیرہ) جڑے ہوئے تھے۔ "دیوان خاص" میں ایک چھوٹی سی بہت خوبصورت نہر سنگ مرمر کی بارہ ۱۲ فٹ چوڑی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے اوپر سنگ مرمر کی سلیں ڈھکی ہوئی ہیں۔ "عہد مغلیہ" میں یہ نہر جاری تھی۔ اور اس میں نہایت صاف و شفاف ٹھنڈا اور میٹھا پانی بہتا تھا۔ "دیوان خاص" کا اندرونی کمرہ ۴۸ × ۲۷ فٹ ہے۔ اس کمرے میں بارہ ۱۲ ستون ہیں۔ اور اب بھی سنگ مرمر کا وہ چبوترہ موجود ہے۔ جس پر شاہجہاں بادشاہ کا بنوایا ہوا مشہور "تخت طاؤس" رکھا رہتا تھا۔ (تخت طاؤس کو نادر شاہ ایرانی بہ عہد محمد شاہ بادشاہ ۱۷۳۹ء میں ایران لے گیا تھا۔) "دیوان خاص" کی پیشانی پر سنہری حرفوں میں یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است ہمین است و ہمین است و ہمین است

بیچ کے در کے سامنے صحن کی طرف سنگ مرمر کا ایک بہت خوبصورت کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ اس جگہ کو "دیوان خاص کی چوکھنڈی" کہتے ہیں۔ اس محل کی چھت خالص چاندی کی تھی۔ جسے مرہٹے ڈاکو اکھاڑ کر لے گئے اگرچہ زمانہ نے اس عجوبہ روزگار محل کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ پھر بھی اسکے

دیکھکر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے۔" دیوان خاص" روئے زمین پر بے مثال عمارت ہے۔ اور اس کی تعریف امکان قلم سے باہر ہے۔ اس کی صناعی اور خوبصورتی دیکھنے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ عمارت صفحہ زمین پر بہشت بریں کے محلات کا نمونہ ہے۔ دور دور سے سیاح اسے دیکھنے آتے ہیں۔ اور "مغلیہ فن تعمیر" کا یہ لاجواب نمونہ دیکھکر حیران رہ جاتے ہیں۔" دیوان خاص" کو دیکھکر" شاہان مغلیہ" کی گذشتہ عظمت و تمول کا سماں نظر آجاتا ہے۔ اور ساتھ ہی دنیا کی" بے ثباتی" کا نقشہ بھی آنکھوں میں پھر جاتا ہے ؎

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

(مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے)

شاہی حمام

" دیوان خاص" کے شمال میں شاہی حمام ہے۔ ان دونوں عمارتوں کے بیچ میں ۴۶ فٹ چوڑا سنگ مرمر کا فرش ہے۔ دیوان خاص کے مقابل ایک سہ درہ کمرہ ہے۔ یہ حمام کی ڈیوڑھی ہے۔ اس ڈیوڑھی کے دونوں طرف دو کمرے ہیں۔ جن میں سے حمام میں داخل ہوتے ہیں۔ حمام سنگ مرمر کے تین خوبصورت اور وسیع کمروں میں ہے۔ ان کمروں کا فرش آدھی آدھی دیوار یں۔ حوض اور گرم آبے وغیرہ سب پر رنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر جڑے ہوئے تھے۔ اور نہایت خوشنما بیل بوٹے اور گلدستے

بنے ہوئے تھے۔ دریا کی طرف کے کمرے میں پانی کے لئے تین سنگین حوض بنے ہوئے ہیں۔ اور مشرقی دیوار میں سنگ مرمر کا ایک خوبصورت نشیمن بنا ہوا ہے۔ جس میں ہر طرف ایک ایک کھڑکی بنی ہوئی ہے۔ اور سنگ مرمر کی نفیس جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ دوسرے کمرے میں صرف ایک ہی حوض ہے۔ اور تیسرے کمرے میں ایک "گرم آبہ" نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اس کے پیچھے ایک توا لگا ہوا ہے۔ وہاں سے پانی گرم ہوکر آیا کرتا تھا۔ حمام میں خوبصورت نہریں جاری تھیں۔ جن میں خوشنما فوارے لگے ہوئے تھے۔ اور ان چھوٹی چھوٹی نہروں سے ہر کمرے میں پانی بہتا تھا۔ حمام میں روشنی کے لئے دھندلے آئینے لگے ہوئے تھے۔ وہ اب ٹوٹ گئے ہیں۔ یہ حمام بھی قلعہ کی دوسری لاجواب عمارتوں کی طرح زمانہ کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ بیش قیمت جواہرات اکھاڑ لئے گئے نہریں اور فوارے بند ہیں۔ حوض خشک ہیں اور حمام کس مپرسی میں پڑا ہوا ہے۔

درجہ اول عقب حمام حمام کے تین درجے ہیں۔ یہ پہلا درجہ عقب حمام کہلاتا ہے۔ اس میں کپڑے اتارے جاتے تھے اور غسل کے بعد یہیں کپڑے پہنکر ناشتہ کرتے تھے۔ یہ عمارت بہت نفیس ہے۔ کمرے کی طرح درجے ہیں۔ اور بیچ میں چلنے کے راستے ہیں۔ تمام سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ اور نفیس و بیش قیمت پچی کاری کا کام کیا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے خوشنما حوضوں میں تین

فوارے لگے ہوئے ہیں۔ ایک فوارے میں سے "عرق گلاب اور کیوڑے" کی پھوار نکلتی تھی۔ دریا کی جانب ایک خوشنما کھڑکی ہے۔ اور اس میں سنگ مرمر کی نہایت نفیس و نازک جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور خوبصورت رنگین شیشوں کی آئینہ بندی کی ہوئی ہے۔ یہاں کا منظر بڑا دلکش اور دل فریب ہے۔ دریائے جمنا اور پرکیف سبزہ زار کی سیر بھی قابل دید ہے۔

درجہ دوم سرد خانہ یہ ٹھنڈے پانی کا حمام ہے۔ اس میں شمال کی جانب ایک شہ نشین ہے۔ تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور فرش سے لے کر چھت تک نہایت خوبصورت ملمع کاری کی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک نہایت خوشنما مربع حوض ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر فوارے لگے ہوئے ہیں۔ ان کی دھاریں آپس میں مل کر حوض میں گرتی تھیں۔ دیوار سے ملی ہوئی ایک نہر ایک گز چوڑی ہے۔ اس درجہ میں یہ خوبی ہے کہ حوض اور نہر دونوں میں حسب مرضی گرم و سرد دونوں قسم کا پانی جاری رہتا تھا۔ اگر گرم پانی کی ضرورت ہوتی تھی تو فوراً فرش سے لے کر چھت تک نہر، حوض، اور فوارے سب میں گرم پانی جاری ہو جاتا تھا۔ اور ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہوتی تھی تو ٹھنڈا پانی آنے لگتا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں ہر قسم کا بہترین سامان آرائش موجود رہتا تھا۔ اب یہ مقام ویران اور خالی پڑا ہوا ہے۔ (اسی درجہ میں سنگ مرمر کا ایک خوشنما کوچ پڑا ہوا ہے۔ جو

قابل دید ہے۔)

درجہ سوئم گرم خانہ یہ حمام کا تیسرا درجہ ہے۔ اس کے غرب میں گرم پانی کے حوض ہیں۔ وہ تمام سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ سوا سو من[۱۲۵] لکڑیاں ان کے نیچے جلتی تھیں۔ اس کے آگے ایک مربع درجہ ہے۔ جس کے بیچ میں سنگ مرمر کا ایک چبوترہ بنا ہوا ہے اس کے اوپر بیٹھ کر غسل کیا کرتے تھے۔ دوسرے درجہ کی طرح اس میں بھی ایک شہ نشین ہے۔ شہ نشین کے اوپر خوشنما حوض ہے۔ اس میں یہ خوبی ہے۔ کہ چاہے گرم پانی سے بھر لیں چاہے ٹھنڈے سے۔ دونوں قسم کا پانی تیار ملتا تھا۔ اس درجہ میں بھی بیش قیمت جواہرات اور رنگ برنگ کے قیمتی پتھروں کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ یہاں ایک جالی "گرم آبہ" کی بہت نفیس بنی ہوئی ہے۔ پانی کے گرم کرنے کا سامان مغربی دیوار میں ہے۔ ہر درجہ میں رنگین شیشوں میں سے روشنی آتی ہے۔ یہ مقام بھی مغلیہ صناعی کا بہترین نمونہ ہے۔ اگرچہ بہت کچھ خراب اور تباہ ہو گیا ہے مگر پھر بھی بے مثل اور قابل دید ہے۔

ہیرا محل

حمام کے شمال میں یہ محل واقع ہے۔ "بہادر شاہ ظفر" آخری بادشاہ دہلی کا بنایا ہوا ہے۔ سرتاپا سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اس کے صحن میں ایک نہر نہایت خوبصورت بل کھاتی ہوئی ۔ ۶ گز چوڑی بنی ہوئی ہے۔

اس نہر کا نام" نہر بہشت" ہے۔ اس کے کنارے ایک بڑی بارہ دری سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے قریب ایک کوٹھری ہے جس میں آج کل پرانے زمانے کے اسلحہ جات رکھے ہوئے ہیں۔ حمام کے پیچھے ایک کنواں بھی بہادر شاہؒ کا بنایا ہوا ہے۔ سنگ مرمر کی بارہ دری نہایت نازک اور خوبصورت ہے۔ نہر بھی نہایت خوشنما و عجیب و غریب بنی ہوئی ہے۔ پہلے اس میں چوبیس۲۴ خوشنما فوارے لگے ہوئے تھے۔ اب وہ فوارے ٹوٹ گئے ہیں۔ اور نہر بند پڑی ہے۔

موتی مسجد

یہ مسجد لال قلعہ میں شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیرؒ نے ۱۰۷۰ھ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ میں بنوائی تھی۔ یہ سرتاپا سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ نہایت خوبصورت ہے۔ ۱۸۵۷ء میں توپ کے گولوں سے اس گنبد کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ پہلے یہ گنبد سنہری تھے۔ غدر کے بعد اس کی مرمت ہوئی۔ مگر اب گنبد سادے ہیں۔ سونے کا پترا چڑھا ہوا نہیں ہے۔ اگرچہ یہ مسجد بہت چھوٹی سی ہے مگر ہندوستان کی ساری مسجدوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور نازک ہے۔" موتی مسجد" نام اسے خوب سجا ہے۔ فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ اور اندر کے رخ دیواروں میں بھی سنگ مرمر کی چوڑی چوڑی سلیں لگی ہوئی ہیں دیواروں کے بیرونی رخ پر سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ اور اوپر سنگ مرمر کی دو

برجیاں اور ایک برج سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ کئی خوشنما مینار رہے
ہیں۔ اور مسجد کے صحن میں سنگ مرمر کا بنا ہوا حوض ہے۔ مسجد کا طول
وعرض ۳۰ × ۴۰ فٹ ہے۔ اور بلندی ۲۵ فٹ ہے۔ اس مسجد کے
گنبد اور برجیاں نقش ونگار سے مزین ہیں۔ اور تین در نہایت خوبصورت
بنگڑی دار محرابوں کے بنے ہوئے ہیں۔ چبوترے کی چار سیڑھیاں ہیں
ان میں سنگ موسیٰ کی تحریر کے مصلے ہیں۔ خوشنما محرابوں کے چار
ستون ہیں۔ ان پر بھی بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ پیش دالان کے پیچھے ایک
اور دالان ہے۔ اس میں بھی تین در ہیں۔ مسجد کی عقبی کی دیوار میں دیوار
دوز محرابیں ہیں۔ محرابوں کے اوپر مینار ہیں۔ اور محرابوں کے سامنے ایک
سنگ مرمر کا چوڑا چھجہ ہے۔ اس پر بہت خوبصورت نقش ونگاری
کی ہوئی ہے۔ پہلے سنگ مرمر کے برجوں پر سونے کا پترا (خول) چڑھا
ہوا تھا۔ اس لئے اس مسجد کو سنہری مسجد بھی کہتے تھے۔ آج کل سنگ
مرمر کے سادے برجوں پر ملمع کے سنہری کلس چڑھے ہوئے ہیں
اس مسجد کے شمالی جانب ایک حجرہ ہے۔ اسے "وظیفہ خانہ" کہتے ہیں۔
"عہد مغلیہ" میں یہ مسجد بیگمات کی عبادت گاہ تھی۔ غدر کے بعد سے یہ
مسجد ویران اور غیر آباد پڑی ہوئی ہے۔ اب نہ اس میں اذان ہوتی ہے
اور نہ نماز۔ سرکاری قبضہ میں ہے۔

تسبیح خانہ "تسبیح خانہ" دیوان خاص کے جنوب میں سنگ مرمر
کا بنا ہوا ہے۔ اس میں چند کمرے ہیں۔ پہلے ان

میں نہر جاری تھی۔ ان کمروں میں دیوان خاص کے برابر جو کمرہ ہے وہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اس کے پیچھے تین کمرے ہیں یہ "خواب گاہ شاہی" کے نام سے مشہور ہیں۔ اور خواب گاہ شاہی سے ملا ہوا کمرہ بیٹھک یا "توشک خانہ" کہلاتا ہے۔ دیوان خاص کے عقب میں ایک سنگ مرمر کا کمرہ ہے۔ اس کو تسبیح خانہ کہتے ہیں۔ اس میں اہم مخفی مشورے ہوتے تھے۔ اور بادشاہ سلامت، خاص امرا، وزرا کا دربار بھی یہاں کیا کرتے تھے۔ اس دیوار کے بیچ میں سنگ مرمر کی خوشنما میزان بنی ہوئی ہے۔ اس پر "میزان عدل" لکھا ہوا ہے اور تاروں کے جھرمٹ میں سے چاند نکلتا دکھایا ہے۔ یہاں خوشنما سنہری کام کیا ہوا ہے اور سنگ مرمر کی نفیس جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ پہلے یہاں بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ مگر اب ان کی جگہ نقلی پتھر لگا دیئے گئے ہیں۔ یہاں شاہجہاں بادشاہ کے وزیر نواب سعد اللہ خاں کے سنہری کتبے لگے ہوئے ہیں۔ جو بہت خوشنما ہیں۔

مثمن برج

خواب گاہ کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا دریا کی جانب ایک گنبددار برآمدہ ہے۔ اس پر طلائی خول چڑھا ہوا ہے۔ اس کے کمرے لاجورد اور سنہری رنگ کی نقاشی سے آراستہ ہیں۔ اور اس میں بڑے بڑے شاندار آئینہ لگے ہوئے ہیں۔ یہ کمرہ ہشت پہلو ہے۔ اور اس کے اوپر گنبد ہے

سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ بطور جھروکہ شاہی کے استعمال ہوتا تھا۔ بادشاہ اس جگہ سے رعایا کو اپنا جلوہ دکھاتے تھے۔ اصلی گنبد اب نہیں ہے۔ وہ غدر کی گولہ باری سے منہدم ہوگیا تھا۔ اب جو گنبد ہے وہ غدر کے بعد کا بنا ہوا ہے۔

رنگ محل

دیوان عام کی پشت پر یہ سب سے بڑا اور عالیشان محل ہے۔ اس کا صحن بہت وسیع تھا۔ لیکن اب سب تباہ و برباد ہوگیا ہے۔ دریا کی طرف ایک محل ہے جسے امتیاز محل کہتے ہیں۔ وہ بھی تباہ و برباد ہوگیا ہے۔ "رنگ محل" میں ایک کرسی دار چبوترہ ہے اور اس کے نیچے وسیع تہ خانے بنے ہوئے ہیں۔ چبوترے کے اوپر پنج درہ تہرا دالان ہے۔ جس کا طول و عرض ۷۵ × ۳۶ گز ہے۔ بیچ کے در کے سامنے ایک سنگ مرمر کا بہت بڑا حوض بنا ہوا ہے۔ اس میں سے نہریں بہتی تھیں۔ محل کی چھت کے چاروں کونوں پر خوشنما چوکھنڈیاں ہیں۔ اس محل میں نہایت خوبصورت سنہری روپہلی کام کیا ہوا ہے۔ پہلے اس محل میں چاندی کی چھت لگی ہوئی تھی۔ جو غدر میں اکھاڑ لی گئی اور اسے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ بس محل میں ہر طرح کے آرام و آسایش کے ساز و سامان مہیا تھے جن کا اب نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔ باوجود اس تباہی و بربادی کے یہ محل بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ اس محل کے اندر ایسا عجیب و

عجیب کام ہے۔ جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ محرابوں اور دیواروں
کے اوپر بھی لاجواب اور بیش قیمت کام ہے۔ بیچ میں ایک بہت خوشنما
اور نایاب طلسمی حوض ہے۔ وہ حوض اس خوبصورتی سے بنایا ہے۔ کہ
بالکل کھلا ہوا پھول معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پنکھڑیاں ایسی خوشنما اور نازک
ہیں کہ روئے زمین پر مثال نہیں ہے۔ جگہ جگہ رنگ برنگ کے بیش قیمت
پتھروں میں منبت کاری کا کمال دکھایا ہے۔ یہ حوض ۱/۲ ۷ گز مربع ہے
اور اس کی گہرائی بہت ہی کم ہے۔ اس میں خوبی اور کمال یہ ہے کہ جب
اس میں پانی بھرا جاتا تھا تو لہرانے لگتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
جیسے کسی خوشنما حوض میں کنول کا پھول ہوا کے جھونکے سے لہرا رہا
ہے۔ حوض کے اندر ایک لاجواب خوشنما کاسہ (پیالہ) بنا ہوا ہے اور
اس میں بیش قیمت کام اور نقش و نگاری کا کمال ایسا دکھایا ہے کہ عقل حیران
ہوتی ہے۔ اس حوض میں صناعی کی ایسی طلسماتی خوبیاں ہیں کہ انسان
دیکھکر محو حیرت ہو جائے۔ غرض "شاہان مغلیہ" نے اپنی دولت پانی کیطرح
بہا کر دنیا میں نمونۂ "جنت" دکھا دیا ہے۔ دوسرے محلوں کی طرح اس
محل میں بھی خالص سونے چاندی اور جواہرات کا کام بے مثل تھا۔ مگر
وہ سب لوٹ کھسوٹ اور بے غوری کی وجہ سے معدوم ہو گیا ہے۔

ساون بھادوں

یہ دو عمارتیں ایک دوسرے سے ۵ گز کے فاصلے پر واقع ہیں

ان کی چھتیں اس خوبصورتی اور کمال سے بنائی گئی ہیں کہ ان میں سے
پانی کی چادریں چھوٹا کرتی تھیں۔ اور موسم برشگال کا پرکیف سماں پیش نظر
ہوتا تھا۔ چونکہ برسات کے موسم کے مہینے۔ "ساون" اور "بھادوں" بہت
مشہور ہیں۔ ان مہینوں میں بارش خوب ہوتی ہے۔ اور بڑا دلکش اور دلفریب
منظر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مناسبت سے ان عمارتوں کے نام "ساون"
اور "بھادوں" رکھے گئے ہیں۔ یہ عمارتیں موسم برسات کے لئے مخصوص ہیں
اس میں ایسی لاجواب صناعی کی گئی ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے
دونوں عمارتیں بے حد خوشنما بنی ہوئی ہیں۔ لیکن زمانے کی دستبرد سے
ویران وتباہ وبرباد ہیں جنہوں نے ان بے مثل عمارتوں کو بنایا تھا وہ
انقلاب زمانہ کے ہاتھوں نیست ونابود ہوگئے اور ان کا سامان رزم و
بزم درہم وبرہم ہوگیا۔ اب یہ محلات اور عمارتیں، ان کی عظمت وتمول کی
یادگار ہیں۔ جو عہد گذشتہ کا مرثیہ پڑھکر عبرت دلا رہی ہیں۔

قلعہ سلیم گڈھ

یہ لال قلعہ کے برابر جانب شمال مشرق واقع ہے۔ یہ "سلیم شاہ سوری"
ابن شیر شاہ سوری" کا بنایا ہوا ہے۔ "عہد مغلیہ" میں اسے "نورگڈھ" بھی
کہتے تھے۔ یہ لال قلعہ کے اس قدر قریب ہے۔ کہ اس کا ایک حصہ معلوم
ہوتا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اس قلعہ کے شمال کی جانب ایک
پل بنایا گیا تھا۔ چنانچہ جب شاہجہاں بادشاہ نے لال قلعہ بنوایا تو یہ پل اس

سے مل گیا اور دونوں قلعوں میں سلسلۂ آمد و رفت قائم ہو گیا۔ یہ قلعہ بہت مضبوط و مستحکم بنا ہوا ہے۔

زینت المساجد

یہ مسجد لال قلعہ سے کچھ فاصلے پر دریائے جمنا کے کنارے پر واقع ہے سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ اس کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی شہزادی زینت النسار بیگم نے بنوایا تھا۔ اس کے تین برج ہیں۔ جو سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں اور ان میں سنگ موسیٰ کی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔ دو عالی شان ادھر ادھر منیارے ہیں۔ برجوں پر سنہری کلس جڑے ہوئے ہیں۔ اس کے اندر سات در ہیں اور دو مجحر سنگ باسی و سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہزادی زینت النسار کا جو بڑی قابل ادیب و شاعر تھی۔ مدفن ہے۔ اور قبر کے سرہانے ایک لوح پر یہ شعر کندہ ہے

مونس ما اندر لحد فضل خدا تنہا بس است

سایۂ ابر رحمت قبر پوش ما بس است

مسجد کے صحن میں ایک حوض بہت خوشنما بنا ہوا ہے۔ اندر سنگ مرمر کا اور باہر سنگ سرخ کا فرش ہے۔ مسجد کی اندرونی در و دیوار پر نقش و نگار اور خوشنما کام ہے۔ یہ مسجد بھی عہد قدیم کی بے مثل یادگار ہے۔ اور

جینی مندر

جامع مسجد سے کچھ فاصلے پر دریبہ کلاں میں یہ مشہور و معروف مندر ہے۔ ہندوؤں کے جینی فرقے کا مقدس و متبرک مقام ہے۔ اسے ۱۸۰۸ء میں لالہ ہری سنگھ و موہن لال مہاجنوں نے بنوایا تھا۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ اس کی تعمیر و آرائش میں صرف ہوا تھا۔ سنگ مرمر کا بہت خوشنما بنا ہوا ہے یہاں سرادگیوں کا بہت بڑا میلہ بھی ہوتا ہے۔ اور بہت جاتری دور دور سے آتے ہیں۔ قابل دید مقام ہے۔

گرودوارہ

چاندنی چوک میں متصل کوتوالی واقع ہے۔ بہت خوشنما و عالیشان بنا ہوا ہے۔ لاکھوں روپے اس کی تعمیر میں خرچ ہوئے ہیں۔ بہت وسیع و کشادہ ہے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ یہ سکھوں کا بڑا مقدس مقام ہے۔ یہاں ہر سال ایک بڑا میلہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے اندر جاتریوں کے لئے مسافر خانہ اور رہایش گاہ وغیرہ بھی ہے۔ چونکہ بہت مشہور اور مرکزی مقام پر واقع ہے اس لئے بہت سے جاتری آتے رہتے ہیں۔ یہاں سکھوں کی مذہبی کتاب "گرنتھ" بھی رہتا ہے۔ یہ گرو تیغ بہادر کی قتل گاہ ہے۔ اس لئے تاریخی یادگار اور قابل دید مقام ہے۔

(فوارہ جو کمپنی باغ اور گردوارے کے وسط سڑک میں واقع ہے قابل دید ہے)
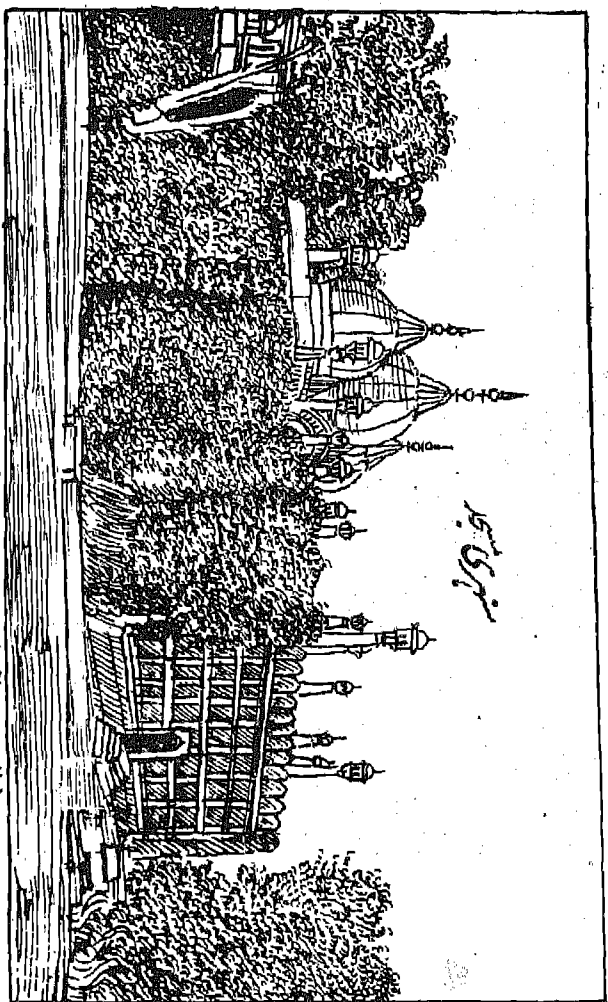
Exterior View of Pearl Mosque in Fort Delhi

درگاہ شاہ ترکمان

ترکمان دروازہ میں حضرت شمس العارفینؒ شاہ ترکمانؒ کی مشہور و مقدس درگاہ ہے۔ ہر سال یہاں بسنت کا میلہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے حضرتؒ شاہ ترکمانؒ بڑے مشہور و معروف اور ولی کامل بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۲۰ھ میں ہوئی تھی۔

کلاں مسجد

ترکمان دروازے کے قریب ہی یہ عالی شان اور وسیع مسجد واقع ہے۔ اسے "کالی مسجد" بھی کہتے ہیں۔ یہ فیروز تغلق کے وزیر خان جہاں کی بنوائی ہوئی ہے۔ ۷۸۶ھ میں سات لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوئی تھی۔ اس میں "خان جہاں" کی قبر بھی ہے۔ سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے تین دالان و صحن اور کئی برجیاں ہیں۔ بہت خوشنما اور مستحکم ہے۔

سنہری مسجد

یہ مسجد بازار چاندنی چوک میں متصل کوتوالی واقع ہے۔ سنگ بالسی کی بہت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ اسے نواب روشن الدولہ ظفر خانؒ نے ۱۷۱۸ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اس کو سنہری مسجد اسلئے

کہتے ہیں کہ پہلے اس ساری مسجد پر سنہری کام تھا۔ مگر اب صرف بیچ اور برجیوں پر سونے کا خول چڑھا ہوا ہے۔ یہ بہت مشہور تاریخی مقام ہے۔ اس مسجد میں بہ عہد محمد شاہ بادشاہ ۱۷۳۶ء میں نادر شاہ ایرانی نے قتل عام کا حکم دیا تھا۔

گھنٹہ گھر

یہ بازار چاندنی چوک کے بیچ میں واقع ہے۔ اسے گورنمنٹ انگلشیہ نے ۱۸۶۸ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اس کی بلندی ۱۲۸ فٹ ہے۔ یہ بہت خوشنما اور بلند عمارت ہے۔ اس کے چاروں طرف ایک ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا ہوا ہے۔ جس کی آواز بہت دور تک سنائی دیتی ہے۔ اس کے سامنے ہی دہلی انسٹیٹیوشن کی خوشنما اور لاجواب عمارت ہے۔ یہ عمارت ۱۸۶۰ء میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ میں تیار ہوئی تھی۔ آج کل اس میں دہلی کی کمیٹی کا دفتر ہے۔ اس کے سامنے دو فواروں کے درمیان ایک خوشنما پارک میں "ملکہ معظمہ قیصرہ" کا اسٹیچو مرکب دھاتوں کا بنا ہوا نصب ہے۔ جو سنگ مرمر کے چبوترے پر واقع ہے۔

مسجد فتحپوری

چاندنی چوک کے مغربی رخ پر مسجد فتحپوری ہے۔ اسے شاہجہان بادشاہ کی بیگم نواب فتح النساء یا فتحپوری بیگم نے بنوایا تھا، یہ سنگ سرخ

کی بہت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ اور فرش سنگ مرمر کا ہے۔ اس کے دو مینارے ۲۵ گز بلند ہیں۔ برجیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ مسجد کا طول وعرض ۴۵×۲۲ فٹ ہے۔ صحن میں بہت خوبصورت سنگ مرمر کا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ اسی مسجد کی عمارت میں "فتحپوری مسلم ہائی اسکول"۔ اور مدرسہ دینیات بھی واقع ہے۔

گرجا گھر

"گرجا گھر" دہلی میں کشمیری دروازہ کے پاس واقع ہے۔ یہ کرنل اسکنر صاحب بہادر کا بنایا ہوا ہے۔ دس برس کے عرصہ میں ۹۰ ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا تھا۔ سنگ مرمر کا فرش اس لاگت سے علاوہ ہے یہ ۱۸۳۶ء ۱۲۶۲ھ میں تعمیر ہوا تھا۔ اس گرجا گھر کے ممبر کے پاس اس کے بانی کرنل اسکنر صاحب بہادر کی قبر واقع ہے۔ جو ان کی وصیت کے موافق بنائی گئی تھی۔ غدر کے زمانے میں "باغی" فوجوں نے اسے توڑ ڈالا تھا پھر غدر کے بعد انگریزوں نے اسے دوچند عمدا ور ملبنی بنا دیا۔ یہ بہت ہی خوشنما عمارت ہے۔ اس کے اندر کئی کتبوں کے اوپر غدر ۱۸۵۷ء کے حالات کندہ ہیں۔ اسی گرجا میں مسٹر ولیم فریزر صاحب چیف کمشنر دہلی کی قبر ہے۔ جنہیں ایام غدر میں باغی سواروں نے قتل کر دیا تھا۔ یہاں پر ایک بہت خوشنما۔ اور قیمتی "ارگن" مسٹر رالف صاحب کا دیا ہوا موجود ہے۔

فتح گڈھ

کشمیری دروازہ کے باہر ڈہائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دو چبوتروں کے اوپر بہت خوشنما انگریزی وضع کا ہشت پہلو مینارہ ہے۔ اندر سے خالی مرور سیڑہیاں ہیں۔ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ مینارے کے اوپر بڑے بڑے کتبے ہیں۔ جن پر غدر ۱۸۵۷ء کے حالات کندہ ہیں۔ یہ غدر کے سرفروش سرکاری سپاہیوں کی یادگار ہے۔ اس کے قریب باؤنٹہ کا مینارہ ہے۔

نوٹ:۔ دہلی کا کشمیری دروازہ بھی بہت مشہور اور تاریخی مقام ہے۔ کیونکہ غدر ۱۸۵۷ء میں اس پر بڑی سخت گولہ باری ہوئی تھی۔ اور اسی دروازہ سے انگریزی فوج دہلی فتح کرنے داخل ہوئی تھی۔

مدرسہ غازی الدین خان

یہ مدرسہ اجمیری دروازہ کے باہر واقع ہے۔ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں نواب غازی الدین نے بنوایا تھا۔ یہ عمارت نہایت وسیع، اور خوشنما سنگِ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ اندر کی طرف ایک صحن نہایت وسیع ہے۔ اس کے شمال و جنوب میں بہت بلند کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اور چھت پر سنگ سرخ کا والان ہے۔ اس کے برابر ہی سنگِ
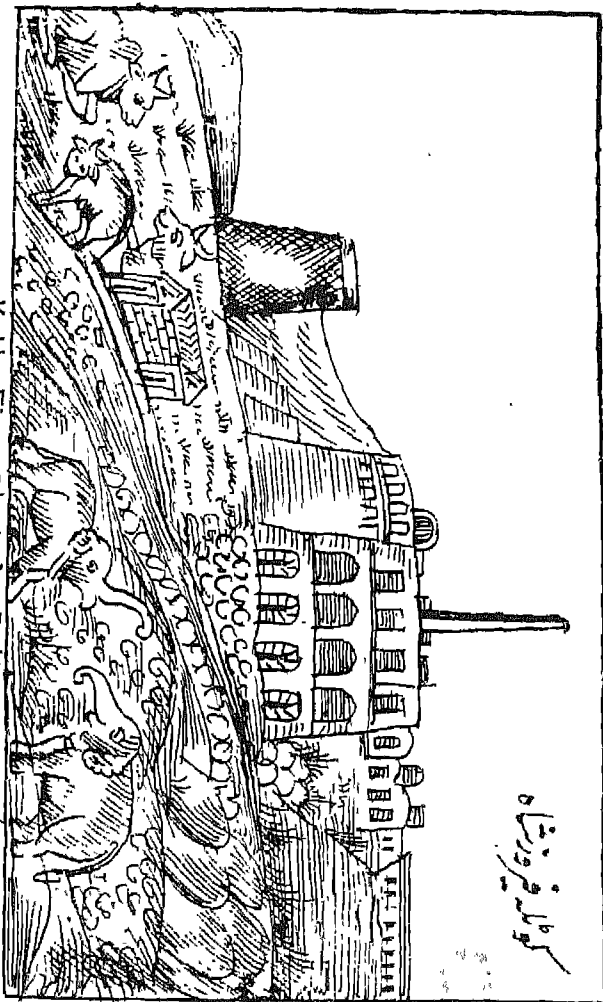
Kotla Firoz Shah in Delhi

سرخ کی نہایت خوشنما مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس کے دونوں طرف کچھ صحن چھوڑ کر دالان بنے ہوئے ہیں۔ جنوبی دالان کے پاس ایک حجرہ سنگ بانسی کا بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر ایک اور محجر سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس میں تین قبریں ہیں۔ جو نواب غازی الدین اور ان کے خاندان کی ہیں آج کل اس میں "عربک کالج" واقع ہے۔ یہ صوبہ دہلی میں مسلمانوں کی بڑی مشہور و معروف قومی درس گاہ ہے۔

قدم شریف

یہ بڑی مشہور و معروف اور مقدس درگاہ ہے۔ فیروز شاہ تغلقؒ کی بنائی ہوئی ہے بہت بڑی قلعہ نما فصیل اور نہایت بلند و شاندار دروازے ہیں۔ اندر ایک بہت بڑی عمارت میں فیروز شاہ کے بیٹے شہزادے فتح خاں کی قبر ہے۔ اور اس کے اوپر حضرت رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم شریف کا نشان مبارک ہے۔ یہاں ہر سال ۱۱ر ۱۲ ربیع الاول کو نبی کریمؐ کی فاتحہ ہوتی ہے۔ اور بے شمار زائرین دور دور سے آتے ہیں۔

بیرون شہر دہلی

کوٹلہ فیروز شاہ

"کوٹلہ فیروز شاہ"۔ دہلی دروازہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اسے فیروز شاہ تغلق بادشاہ

نے ۷۵۵ھ میں بنوایا تھا۔ اور اس کے قریب ہی اپنا نیا شہر "فیروز آباد" بسایا تھا۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے یہ کوٹلہ بہت شکستہ اور تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ آج کل چند ٹوٹے پھوٹے کھنڈرات باقی ہیں۔ جو عہد گذشتہ کی یادگار ہیں۔ اس کے نیچے تین بڑی بڑی سرنگیں ہیں۔ جن میں سے بادشاہ اپنی بیگمات کے ہمراہ سواریوں میں سوار ہو کر شہر میں آتے جاتے تھے ایک سرنگ دریائے جمنا کی طرف ۵ جریب لمبی ہے۔ اور دوسری سرنگ مزار شریف حضرت جہاں نما کی طرف دو کوس لمبی ہے۔ اور تیسری سرنگ پرانی دہلی کی طرف ۵ کوس لمبی ہے۔ اب یہ سب سرنگیں خراب و خستہ اور بند ہو گئی ہیں۔ خاص عمارت کے نیچے تہ خانے وغیرہ بھی ہیں۔ اور اس کے اوپر "گرنٹ" پتھر کی ایک لاٹھ نصب ہے۔ لاٹھ کے اوپر عہد قدیم کے راجاؤں کے کتبے وغیرہ کندہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لاٹھ ۳۰۰ برس قبل مسیح "راجہ اشوک" نے جو بڑا مشہور و معروف راجہ گذرا ہے بنوائی تھی۔ اور پھر "فیروز شاہ تغلق" نے شمالی ہند میں سے اکھڑوا کر اس جگہ اپنے قلعہ میں نصب کرائی ہے۔

پرانا قلعہ (اندرپرست)

دہلی دروازہ سے تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر یہ "پرانا قلعہ" واقع ہے اس کو قلعہ "اندرپرست" بھی کہتے ہیں۔ اس قلعہ کو راجہ "انکپال" نے بنوایا تھا۔ یہ قلعہ ۵۵۰ گز لمبا اور ۲۷۵ گز چوڑا ہے۔ اس کے چاروں
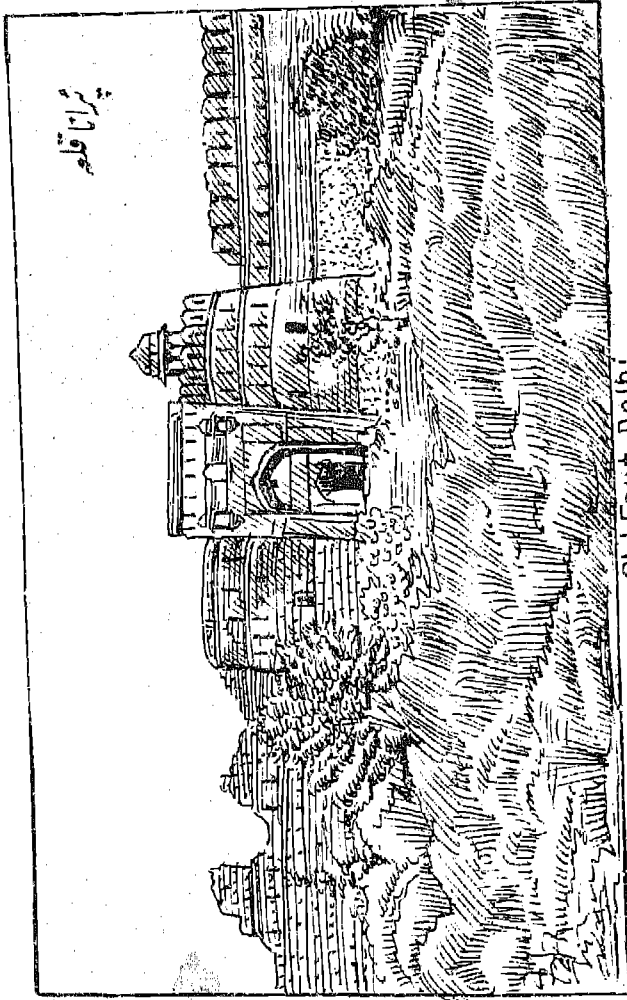
Old Fort Delhi.

کونوں پر چار برج ہیں اور چار بلند و عالیشان دروازے ہیں۔ اس کی فصیل بہت بلند اور نہایت مستحکم ہے فصیل کے گرداگرد بہت گہری خندق کھدی ہوئی ہے۔ اب یہ قلعہ بہت شکستہ ہوگیا ہے۔ اندر کے محلات ٹوٹ پھوٹ کر نیست و نابود ہوگئے ہیں۔ قلعہ کی عالیشان عمارتیں کھنڈرات کی صورت میں تبدیل ہوگئی ہیں۔ یہ قلعہ ہندوستان کی سب سے زیادہ قدیم یادگاروں میں سے ہے۔ اس میں بہت سے ہندو راجہ اور مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی ہے۔ مشہور ہندو راجہ "کورو، پانڈو" اسی میں راج کرتے تھے۔ اور یہیں انہوں نے اپنا نیا شہر "اندر پرست" آباد کیا تھا۔ "مغل خاندان" کے مشہور بادشاہ "ہمایوں" نے بھی اسی قلعہ میں سلطنت کی تھی۔ اس نے اس قلعہ کی مرمت بھی کرائی اور بہت سے محلات وغیرہ بنا کر اس کا نام "دین پناہ" رکھا تھا۔ "شیر شاہ سوری" نے بھی اس میں حکومت کی تھی۔ اور قلعہ کی مرمت وغیرہ بھی کرائی تھی۔ اس کے علاوہ اس قلعہ میں "شیر شاہ" کی بنائی ہوئی ایک بہت خوشنما اور عالی شان مسجد بھی ہے۔ اس مسجد میں نہایت خوبصورت نقش و نگار اور پچی کاری کی ہوئی ہے۔ مسجد سے کچھ فاصلہ پر ایک برج نہایت خوشنما بنا ہوا ہے۔ اسے "شیر منڈل" کہتے ہیں۔ ایک روز اس کے اوپر "ہمایوں بادشاہ" بیٹھا ہوا تھا۔ اذان کی آواز سنکر نیچے اترا جلدی میں بادشاہ کا پیر پھسل گیا۔ اور وہ زینہ پر سے گر کر مر گیا۔ اس حادثہ کی تاریخ۔ ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

ہے۔ آج کل یہ قلعہ ویران اور غیر آباد پڑا ہوا ہے۔ مسجد کے سامنے دربار ۱۹۱۱ء کے موقع پر امیر "حبیب اللہ خاں" والئ افغانستان نے ایک نہایت خوشنما سنگ مرمر کا کنواں پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرایا ہے۔ یہ عہد قدیم کی یادگار ہے۔ دور دور سے سیاح اسے دیکھنے آتے ہیں۔ اگرچہ بہت شکستہ اور تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ مگر پھر بھی قابل دید مقام ہے۔

لال بنگلہ

پرانے قلعہ سے آگے بڑھکر "لال بنگلہ" ہے۔ یہ شاہ عالم بادشاہ کی والدہ "لال کنور بیگم" کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ ۱۱۹۲ھ میں شاہ عالم بادشاہ نے بنوایا تھا۔ یہ سرتاپا سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ چھوٹے گنبد میں "لال کنور بیگم" کی قبر ہے۔ اور بڑے گنبد میں شاہ عالم بادشاہ کی بیٹی "جانی بیگم" کی قبر ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی قبریں ہیں جن میں سے اکثر مغل بادشاہوں کی بیگمات کی ہیں۔ بہت سی قبروں کے نشانات مٹ گئے ہیں پہلے یہ بڑی کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا تھا مگر جب "انگلش لودھی گاف کلب" اس میں قائم ہوا۔ تو اس کی عمارت اور گرد و نواح کی مرمت اور درستی ہو گئی۔ آج کل "لودھی گاف کلب" لال بنگلے کے قریب ہے۔ خاص لال بنگلہ کی عمارت میں سے اٹھا لیا گیا ہے۔ اس کے گرد و نواح میں گھاس کے سبزہ زار ہیں اور پھلواری وغیرہ لگی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ دور دور تک "ریس" کے پرکیٹ اور سرسبز میدان بنے ہوئے ہیں۔

اب یہ بڑی پر لطف سیر گاہ بن گئی ہے۔ دن بھر انگریزوں، میموں، اور "ریس" کے کھلاڑیوں کی آمد و رفت کی وجہ سے ہر وقت چہل پہل رہتی ہے قابل دید مقام ہے۔

مقبرہ عیسیٰ خاں

مقبرہ ہمایوں کے سامنے احاطے کے باہر نواب "عیسیٰ خاں" کا عالی شان مقبرہ ہے۔ عیسیٰ خاں عہد شیر شاہ سوری کا بڑا مقتدر اور نامی گرامی امیر کبیر تھا۔ اس نے شیر شاہ کے مرنے کے بعد اس کے چھوٹے بیٹے سلیم شاہ سوری کو تخت پر بٹھانے میں بڑی مدد اور جانفشانی کی تھی۔ یہ سلیم شاہ سوری کا جاں نثار مصاحب اور بڑا مشہور فوجی جنرل بھی تھا۔ اس اس کی وفات ۹۵۴ھ میں ہوئی اور اس مقبرہ میں دفن ہوا۔ یہ مقبرہ سنگ خارا اور چونے کا نہایت عالیشان اور مستحکم بنا ہوا ہے۔ اس کی چار دیواری کے اندر ایک مسجد نہایت خوشنما اور عالیشان بنی ہوئی ہے۔ سنگ سرخ اور چینی کا کام بھی ہے۔ یہ عمارت اپنی قدامت اور استحکام کے لحاظ سے قابل دید ہے۔

مقبرہ ہمایوں

دہلی سے تقریباً ۳ ½ میل کے فاصلہ پر "مقبرہ ہمایوں" واقع ہے۔ یہ مقبرہ ہمایوں بادشاہ کی بیوی "حاجی بیگم" نے ۹۷۳ھ میں بنوایا تھا۔ اس

مقبرہ کی تعمیر میں پندرہ لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ یہ دنیا کی بڑی مشہور
اور بے مثل عمارتوں میں سے ہے۔ سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا نہایت
خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کے وسیع احاطہ کے اندر خوشنما اور پرکیف وپر
فضا باغ ہے۔ بہت سے چھوٹے بڑے سنگین حوض اور بڑی لمبی لمبی نہر
نما نالیاں بنی ہوئی ہیں۔ موسم برسات میں تمام حوض پانی سے لبریز ہو جاتے
ہیں۔ اور نالیوں میں صاف شفاف پانی بہتا ہے۔ بڑا پرلطف نظارہ
ہوتا ہے۔ اس مقبرہ کے کئی چھوٹے اور بڑے عالیشان دروازے
ہیں۔ چاروں طرف وسیع اور مستحکم احاطے نما فصیل ہے۔ بیچ میں مقبرہ
کی بڑی عالیشان اور خوشنما عمارت ہے۔ مقبرہ کا سربفلک گنبد سنگ مرمر
کا بنا ہوا ہے۔ اور باقی عمارت سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے جس میں
سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کی دھاریاں اور حاشیے وغیرہ بنے
ہوئے ہیں۔ چاروں کونوں پر سنگ سرخ کی برجیاں اور سنگ مرمر
کے خوشنما مینارے ہیں۔ جگہ جگہ میں بوٹے اور منبت کاری کی ہوئی
ہے۔ یہ مقبرہ دو بڑے عالیشان کرسی نما چبوتروں پر واقع ہے۔ گنبد کے
عین وسط میں شہنشاہ نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کی سنگ مرمر
کی نہایت خوبصورت قبر ہے۔ اور چاروں طرف جالی دار حجرہ ہیں۔ مقبرہ کے
اندر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اور باہر ارد گرد جالی دار چبوترے پر
سنگ سرخ کا فرش ہے۔ مقبرہ کے نیچے بڑے بڑے وسیع تہہ خانے
بنے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر شہنشاہ کے خاندان کی قبریں ہیں۔ [illegible]
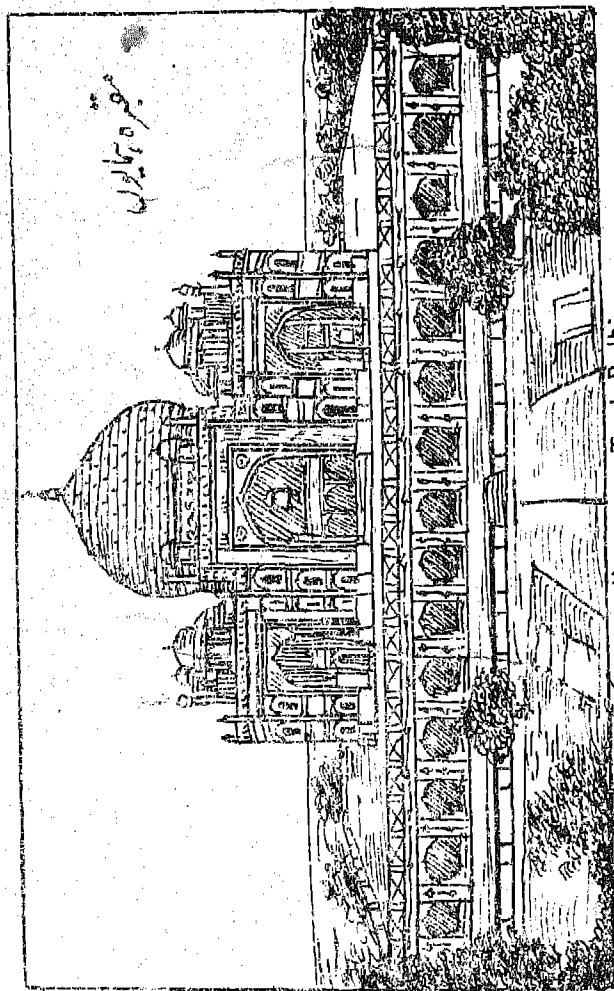
Emperor Humayon's Tomb Delhi

ہیں ہمایوں بادشاہ" کا مزار ہے۔ اس مقبرہ میں شہزادہ" دارا شکوہ" ولیعہد شاہجہاں بادشاہ کی بھی قبر ہے۔ اس کے علاوہ" حاجی بیگم" بانیٔ مقبرہ "حمیدہ بانو" والدہ اکبر بادشاہ مرزا" جہاندار شاہ" عالمگیر ثانی" "فرخ سیر" بیگم اورنگ زیب" "بیگم دارا شکوہ" " بیگم فرخ سیر" اور شاہ عالم" بادشاہ اور ان کی بیگم کی قبریں ہیں۔ (نیچے چونے کی قبریں ہیں اور اوپر سنگین و بیش قیمت مصلے ہیں)۔

سنہ ۱۸۵۷ء میں اسی مقام پر ایک مخبر ہی نے "مغل خاندان" کے آخری بادشاہ" ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ" کو انگریزوں نے گرفتار کیا تھا۔ اس کے بعد وہ "رنگون" کے قلعہ میں نظر بند کر دیئے گئے اس حادثہ کے پانچ برس بعد فالج کے مرض میں ۱۱ ستمبر ۱۸۶۲ء کو بہادر شاہ کی وفات ہوئی اور "مغل خاندان" کا آخری چراغ گل ہو گیا۔

آج کل ہمایوں کا مقبرہ بڑی پر لطف سیر گاہ بن گیا ہے۔ ایک تو وہ خود ہی بے حد خوشنما اور بے نظیر عمارت ہے۔ اس کے علاوہ اس کے سرسبز شاداب چمن اور سبزہ زار قابل دید ہیں۔ اس لئے ہر وقت تماشائیوں کا جمگٹ رہتا ہے۔ دور دور سے سیاح اسے دیکھنے آتے ہیں۔ بڑا لاجواب اور قابل دید مقام ہے۔ کسی شاعر کا قول ہے ؎

ہر کہ خواہد کہ ببیند شکل فردوس بریں
گو بیا ایں قصر و ایں باغ ہمایوں را ببیں

اس مقبرہ کے احاطہ میں ایک اور سنگ سرخ کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

جو بہت خوشنما اور عالیشان ہے۔ اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔
عوام اسے حجام کا مقبرہ کہتے ہیں۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ یہ کامراں
ہمایوں کے بڑے بھائی کا مقبرہ ہے۔ جس نے ایک عرصہ کابل میں حکومت
کی تھی۔

نیلا برج

مقبرہ ہمایوں کے پیچھے۔ ایک بڑا عالیشان گنبد ہے۔ یہ چونے کا
بنا ہوا ہے اور اس پر نیلی چینی لگی ہوئی ہے۔ یہ اب بہت شکستہ ہو گیا ہے
قبر کا نشان تک نہیں ہے۔ ارد گرد چار دیواری وغیرہ کے کھنڈرات ہیں
عوام اسے "منہیاری" کا گنبد کہتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی مختلف روایتیں
ہیں۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ "نواب عبدالرحیم خان خاناں" صوبیدار
گجرات کے مصاحب "مرزا فہیم" کا مقبرہ ہے۔ اور "خان خاناں" ہی کا بنایا
ہوا ہے۔

خانقاہ شریف

یہ خانقاہ مقبرہ ہمایوں کے شمال مشرقی جانب فصیل کے برابر واقع
ہے۔ چونے اور سنگ خارا کی عالیشان عمارت ہے۔ اس میں حضرت
خواجہ نظام الدین اولیاء عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ اور یہی آپ کی قیام
گاہ ہے۔ یہاں بے شمار آدمی حضرت کی زیارت اور فیض و برکات سے
مشرف ہوتے تھے۔ یہ بڑا مقدس اور روحانی مقام ہے۔ بعض درویش
یہاں آکر چلہ کشی کرتے ہیں۔ جس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اس کے برابر
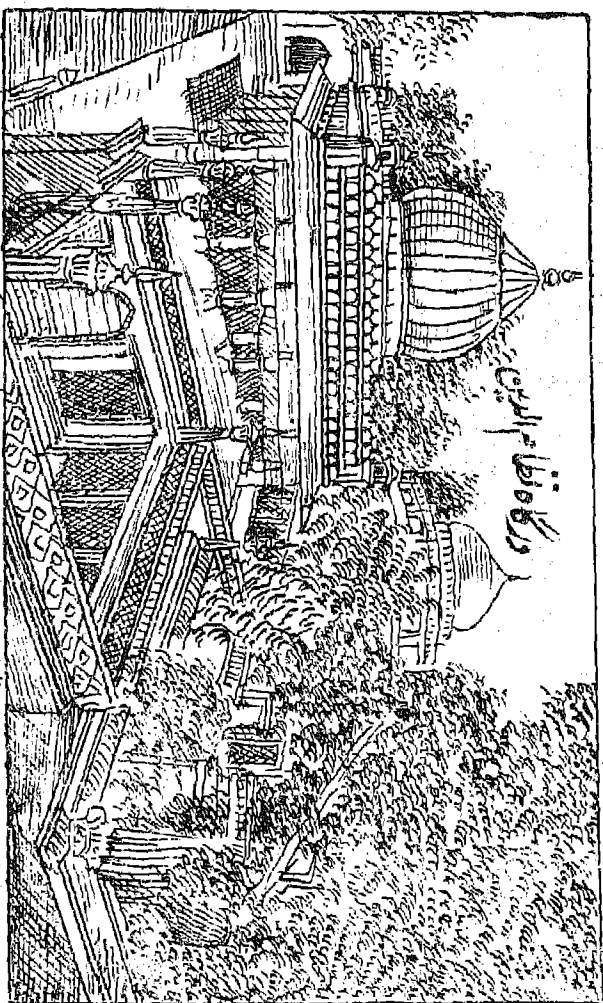
General View Tombs of Sultan Nizam Uddin & Jahan Ara Begum

حضرت کے لنگر خانہ کی وسیع عمارت ہے۔ یہاں حضرت کے زمانے میں لاکھوں روپے روزانہ کا لنگر غریبوں اور فقیروں کو تقسیم ہوتا تھا۔

درگاہ حضرت شمس الدین اوتاد اللہؒ

یہ مقبرہ ہمایوں کے پاس واقع ہے۔ عوام اسے "پنہ والی درگاہ" کہتے ہیں۔ کیوں کہ یہاں سونے چاندی کے پتے چڑھتے ہیں۔ اس درگاہ میں حضرت شمس الدین اوتاد اللہؒ کا مزار ہے۔ وہ بڑے تارک الدنیا درویش تھے۔ اور غار میں تنہا رہ کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمانہ تھے۔ جب حضرت ان کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ غار میں چھپ جاتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ "نظام الدین اولیاءؒ! تم آفتاب ہو، اور میں ستارہ ہوں! آفتاب کے آگے ستارے چھپ جاتے ہیں"۔

آپ کی وفات سنہ [illegible] میں ہوئی۔

درگاہ معلیٰ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

دہلی سے ۳½ میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف واقع ہے۔ یہ بڑی مشہور و معروف اور مقدس درگاہ ہے۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ دور دور سے یہاں آتے ہیں۔ اور فیض ظاہری و باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔ یہاں حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا مزار شریف ہے

اور ان کے مرید و معتقد، بڑے بڑے ولی کامل بزرگ، بادشاہ اور اہل کمال لوگوں کے مزارات ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ خاندان چشت کے بڑے ولی کامل بزرگ تھے۔ آپ کے زہد و اتقاء، علم و فضل، عبادت و ریاضت اور قرب الہی کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے ولی کامل درویش، علماء، فضلاء، زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک آپ کو اپنا پیشوا مانتے چلے آئے ہیں۔

آپ شرافت نسبی کے لحاظ سے "حسنی و حسینی سید" تھے۔ اور باعتبار فضیلت آسمان تصوف و معرفت کے آفتاب تھے۔ بڑے بڑے بادشاہ آپ سے ملنے کی تمنا کرتے تھے۔ مگر آپ ان سے نہیں ملتے تھے۔ کیونکہ آپ کے بزرگ خواجگان چشتؒ کی وصیت تھی۔ کہ "بادشاہوں، امیروں، اور دنیاداروں سے فقیر کو بچنا چاہیئے"

آپ کے بے شمار مرید تھے۔ اور آپ لاکھوں روپیہ روزانہ کا لنگر غریبوں اور فقیروں کو تقسیم کیا کرتے تھے۔ آپ کا خطاب "زری زربخش" تھا مگر باوجود اس کے آپ خود ہمیشہ صائم رہتے تھے۔ اور شام کے وقت صرف پانی سے روزہ افطار کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب سب غریب فقیر اور مسافر کھانا کھا لیتے تو آپ ایک جو کی روٹی اور ابلے ہوئے کریل کے پھل (ٹینٹ) کھایا کرتے تھے، اور اکثر بالکل بھوکے رہتے تھے۔

آپ کے زمانہ میں سات بڑے بادشاہ سلطان غیاث الدین بلبن۔ معز الدین کیقباد، جلال الدین خلجی، سلطان علاء الدین خلجی، قطب الدین مبارک

شاہ۔ خسرو خاں۔ اور غیاث الدین تغلق ہوئے۔ ان میں سے بعض حضرت کے معتقد تھے۔ اور بعض حضرت سے رشک وحسد کرتے تھے۔ کیونکہ تمام امرار وزرار اور تمام لشکری حضرت کے معتقد تھے۔ اور بادشاہ سے زیادہ حضرت کی عزت واحترام کرتے تھے۔ بعض بادشاہوں نے حضرت کو سخت ایذا بھی دینی چاہی مگر وہ حضرت کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور خود ہی تباہ وبرباد ہو گئے۔ حضرت کی عمر شریف ۹۱ سال کی تھی اور آپ کی وفات ۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ میں ہوئی۔

مشہور و مقدس اور قابل دید مقامات

اس درگاہ میں آمد و رفت زیادہ تر اس دروازہ سے ہوتی ہے جو شمال میں واقع ہے۔ یہ فیروز شاہ تغلق کا بنایا ہوا ہے۔ اس کے آگے موٹر اور گاڑیاں ٹھہرتی ہیں۔ دروازہ کے اوپر سنگ مرمر کا نہایت خوشخط کتبہ لگا ہوا ہے۔ اور اس پر یہ مصرع کندہ ہے۔

شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا

یہ درگاہ کا پہلا دروازہ ہے۔ یہاں پر جوتے اتار سے جاتے ہیں۔ اندر سنگ مرمر کا فرش ہے۔

چشمۂ دل کشا اس دروازہ میں داخل ہونے کے بعد سامنے مشہور تالاب نظر آتا ہے۔ اس کا نام "چشمۂ دل کشا" ہے۔

اور اسے (جمپنگ ویل) - (jumping well) بھی کہتے ہیں
کیوں کہ اس کے ارد گرد جو برج اور دیواریں ہیں ان کے اوپر سے لڑکے
کودتے ہیں۔ بڑا دلچسپ منظر ہوتا ہے۔ عوام اسے باؤلی بھی کہتے ہیں۔ یہ
بہت خوشنما و کشادہ اور سنگین بنی ہوئی ہے۔ پانی کے اندر کنوئیں تک
سنگ خارا کی سیڑھیاں ہیں۔ جو آگے جا کر چوکور، ہشت پہلو۔ اور
پھر گول ہو گئی ہیں۔ بیچ میں پختہ (سنگین) کنواں ہے۔ اس کے اندر کم
از کم ۴۵ فٹ پانی ہمیشہ رہتا ہے۔ اور برسات کے زمانے میں تو اور
کئی فٹ پانی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کا پانی زمین کی سوتوں سے نکلتا
ہے۔ جو گندھک کا مرکب ہے۔ اس کے علاوہ برسات کے موسم میں کچھ
پانی۔ درگاہ شریف کی عمارتوں کا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ پانی (باؤلی کا)
(جلدی امراض کے واسطے بیحد مفید ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے
خطرناک امراض کے واسطے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اس چشمہ
کے پانی کو حضرت کی دعا ہے۔ اس پانی سے لوگ وضو و غسل کرتے ہیں۔
اور بیماروں کو پلاتے اور نہلاتے ہیں۔ خدا کے فضل اور حضرت کی دعا کی
برکت سے۔ اکثر لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ ایک مشہور روایت ہے "کہ جب
حضرت نظام الدین اولیاؒ "چشمہ دل کشا" تعمیر کرا رہے تھے۔ تو اسی زمانے
میں غیاث الدین تغلق بادشاہ اپنا قلعہ "تغلق آباد" بنوا رہا تھا۔ جو معماروں کو
بادشاہ کا قلعہ بناتے تھے۔ وہی رات کے وقت "چشمہ دل کشا" تعمیر کرتے تھے
رات دن کام کرنے کی وجہ سے اکثر معمار دن کے وقت اونگھا کرتے تھے۔ اور

بادشاہ کے کام میں خرابی آتی تھی۔ آخر یہ خبر بادشاہ کو ہوئی۔ وہ پہلے ہی حضرت سے مخالفت رکھتا تھا۔ یہ خبر سنکر بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اور اس نے معماروں کو حکم دیا کہ کوئی معمار چشمہ بنانے نہ جائے۔ اور آج سے ہر معمار کو ایک اشرفی روز دیجائے گی" مگر معمار بایں ہمہ چشمہ بنانے سے باز نہیں آئے کیوں کہ وہ سب حضرت کے عقیدت مند تھے۔ اور آپ کے نام پر اپنی جان و مال نثار کرنے کو تیار تھے۔ جب حضرت کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ "آج سے ہر معمار کو دو اشرفیاں روز دی جائیں"۔ بادشاہ نے جب یہ سنا تو بہت غضبناک ہوا۔ اور حکم دیا "کہ اگر کوئی معمار اب چشمہ بنانے جائے تو اسے فوراً قتل کردو" مگر اس پر بھی معمار نہ مانے .... ظلم و ستم برداشت کرتے رہے۔ اور حضرت کے نام پر جان و مال نثار کرتے رہے۔ آخر کسی نے بادشاہ کو یہ صلاح دی۔ کہ تیل بند کر دیا جائے۔ اور ممانعت کردی جائے کہ کوئی شخص حضرت نظام الدین اولیاء کے مریدوں کے ہاتھ تیل نہ بیچے جب تیل ہی نہ ہوگا۔ تو اندھیرے میں چشمہ کی تعمیر کیونکر ہوگی۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور تیل بند کر دیا گیا۔ جب تیل نہ ملا تو حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدینؒ کو حکم دیا۔ اور انہوں نے اس چشمہ کا پانی کونڈوں میں بھر کر بجائے تیل کے جلا دیا۔ چنانچہ اسی کی روشنی میں یہ چشمہ تعمیر ہوا۔

اس چشمہ کی غربی دیوار کے پاس فیروز شاہ تغلق کی بنائی ہوئی مسجد ہے۔ چونے کی بنی ہوئی ہے۔ اور اس پر نیلی چینی لگی ہوئی ہے۔ اس کی حالت

بہت شکستہ اور خراب ہے۔ اس کے برابر ہی سنگ مرمر کا خوشنما گنبد ہے۔ اس میں محمد شاہ کی حرم کو کلا بائی کی قبر ہے۔ قبر کا مصلے بہت خوبصورت اور بیش قیمت ہے۔ اس کے اوپر آیات قرآنی اور خدا ئے تعالے کے ننانوے نام کندہ ہیں۔ اس کے برابر ایک اور سنگ سرخ کا محجر ہے۔ اس میں بھی قبریں ہیں۔ باؤلی کی شرقی دیوار کے پاس حضرت نظام الدینؒ کے پیر بھائی حضرت سید محمد کرمانیؒ اور ان کے خاندان کی قبریں ہیں۔ حضرت سید محمد کرمانی بڑے ولی کامل اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مقرب اور مخلص احباب میں سے تھے۔

باؤلی سے آگے چل کر سنگ سرخ کا فرش ہے۔ اور محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ کا چھتہ بنا ہوا ہے۔ اس کے بعد ایک اور دروازہ سنگ دودھی کا بنا ہوا ہے۔ یہ چھوٹا سا دروازہ ہے اس کے اوپر سنگ مرمر کے کتبے پر فارسی شعر کا یہ مصرع کندہ ہے۔

کرم کردی الٰہی زندہ باشی (خسروؒ)

خلجی مسجد دروازے میں داخل ہونے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا روضہ شریف نظر آتا ہے۔ اس کے مغربی جانب سلطان علاء الدین خلجی بادشاہ کی بنائی ہوئی نہایت وسیع اور عالی شان مسجد ہے۔ یہ سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے تین حصہ ہیں بیچ کا حصہ اور گنبد کلاں علاء الدین خلجی کا بنایا ہوا ہے۔ اور ادھر ادھر کے دونوں حصے اور گنبد علاء الدین خلجی کے بیٹے شہزادہ خضر خاں کے جو حضرتؒ کا

مرید تھا، تعمیر کردہ ہیں۔ اس مسجد کے اندر اور باہر خط کوفی ہیں۔ اور
عربی خط میں کلام الٰہی کندہ ہے۔ بیچ کے بلند گنبد کے اندر سونے کا
کٹورہ لٹکا ہوا ہے۔ اس میں گولیوں کے نشان بھی ہیں۔ روایت ہے
کہ ڈاکوؤں نے اس کٹورے کو گولیاں مار کر توڑنا چاہا تھا۔ مگر وہ اندھے
ہو گئے۔ اور اپنے ارادہ میں ناکام رہے۔ پہلے اس مسجد میں سنگ سرخ
کا فرش تھا۔ اب تقریباً دس سال ہوئے کہ سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ
کا نہایت خوشنما اور نفیس فرش ہو گیا ہے۔ پہلے ممبر بھی سنگ سرخ کا
تھا۔ اب وہ بھی سنگ مرمر کا بہت خوبصورت بنا دیا گیا ہے۔ یہ مسجد حضرت
نظام الدین اولیاءؒ کی زندگی مبارک میں تعمیر ہوئی تھی۔ ۶۵۰ برس کی پرانی
عمارت ہے۔ آج کل نظام دکن نے بتیس ہزار روپے کی لاگت سے مسجد
کی بخوبی مرمت کرا دی ہے۔ اس مسجد کی دیوار کے اوپر حضرت نظام الدینؒ
اولیاءؒ کی تاریخ وفات کندہ ہے۔ رباعی

نظام دو گیتی شہ ماوطین — سراج دو عالم شدہ بالیقین
چو تاریخ فوتش بجستم زغیب — ندا داد ہاتف شہنشاہ دین
۷۲۵

روضہ شریف حضرت نظام الدین اولیاءؒ

خلجی مسجد کے سامنے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا روضہ مبارک ہے
یہ بہت خوشنما و عالی شان اور بے مثل عمارت ہے روضہ شریف کے
چاروں طرف سنگ مرمر کی بلیں ورہی عمارت بنی ہوئی ہے۔ روضہ

شریف کے اندر سنگ مرمر و سنگ موسیٰ کا خوشنما فرش ہے۔ اور روضہ شریف کے باہر سارے میں سنگ مرمر کا فرش ہے۔ روضہ شریف کے اردگرد سنگ مرمر کی جالیاں ہیں۔ بیچ میں حضرت نظام الدین ولیاؒ کا مزار مقدس ہے۔ مزار شریف کے چاروں طرف سنگ مرمر کا نفیس کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اور اوپر ڈولی نما چھپر کھٹ ہے۔ جو صندل کی لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ اور اس کے اوپر سیپ کے نقش و نگار اور شعر بنے ہوئے ہیں۔ روضہ شریف کے اوپر نہایت خوشنما سنگ مرمر کا گنبد ہے جس میں سنگ موسیٰ کی پٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ گنبد کے اندرونی رخ اور تمام بیس دری کی چھت میں اور دیوار پر بیش قیمت و بے مثل سونے کا کام کیا ہوا ہے۔ بیس دری کے اوپر چھوٹی چھوٹی برجیوں کے اوپر سنہری ملمع کی بہت سی کلسیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور گنبد کے اوپر بڑا سنہری کلس لگا ہوا ہے۔ یہ عمارت بیحد خوبصورت اور لاجواب بنی ہوئی ہے۔ یہاں ہر روز بے شمار زائرین اور معتقدین آتے ہیں اور فیض ظاہری و باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دور دور سے سیاح بھی آتے ہیں اور یہاں کی تاریخی عمارات کو دیکھتے ہیں۔ اس درگاہ میں سال میں دو مرتبہ عرس ہوتا ہے۔ ایک حضرت نظام الدین اولیاؒ کا عرس اور دوسرا آپ کے خلیفہ امیر خسروؒ شاعر (طوطیٔ ہند) کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ دونوں عرسوں میں دور دراز سے اور گرد و نواح سے بے شمار لوگ آتے ہیں اور بڑا شاندار یادگاری اجتماع ہوتا ہے۔
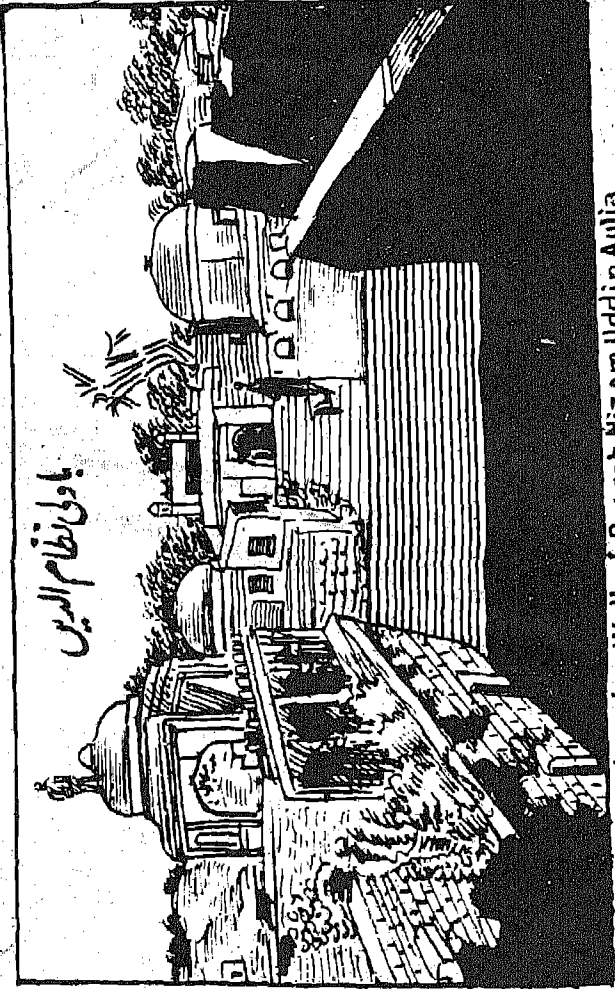
Jumping Well of Dargah Nizam Uddin Aulia

"مزار جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ"

درگاہ شریف کے سامنے جنوب مغربی سمت میں شاہجہاں بادشاہ کی بیٹی شہزادی جہاں آرا بیگم کا مقبرہ ہے۔ یہ سنگ مرمر کا بہت خوشنما بنا ہوا ہے۔ اور سنگ مرمر کی نہایت نفیس و نازک جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے اندر چار قبریں ہیں۔ ایک مرزا علی گوہر شاہ عالم کے بھائی کی۔ دوسری بیچ کی قبر جہاں آرا بیگم کی ہے۔ تیسری قبر جمال النسا بنت اکبر شاہ ثانی کی اور چوتھی قبر بھی شاہی خاندان کے کسی فرد کی ہے۔ جہاں آرا بیگم کی قبر کے سرہانے سنگ مرمر کی نہایت خوشنما لوح مزار لگی ہوئی ہے۔ اور اس پر یہ شعر و عبارت کندہ ہے (ھو الحی القیوم)

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا   کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است

الفقیرۃ الفانیہ جہاں آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجہاں بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ ۱۰۹۲ھ۔

شہزادی جہاں آرا بیگم بڑی عالم فاضل اور مشہور شاعرہ تھی۔ "خواجگان چشت" سے عقیدت رکھتی تھی۔ اور باوجود بادشاہ کی بیٹی ہونے کے سادی فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھی۔ اس نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ اور اپنا تمام مال و متاع غریبوں اور فقیروں کو تقسیم کر دیا۔ مرنے سے پہلے اس نے وصیت کی تھی کہ میری قبر پر گھاس لگائی جائے۔ جس کا شعر مذکورہ بالا میں لکھا ہے۔ چنانچہ اس کی وصیت کے موافق قبر پر گھاس لگائی جاتی ہے۔

مقبرہ محمد شاہ بادشاہ

جہاں آرا بیگم کے مقبرہ کے برابر یہ مقبرہ ہے۔ اس میں مغل خاندان کے مشہور بادشاہ محمد شاہ رنگیلے اور ان کے خاندان کی قبریں ہیں۔ مقبرہ سنگ مرمر کا بہت خوشنما بنا ہوا ہے۔ اور سنگ مرمر کی نفیس و نازک جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور دروازہ میں بھی سنگ مرمر کے خوبصورت کواڑ لگے ہوئے ہیں۔

نوٹ:۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں سلطنت مغلیہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ اور اس کے زمانہ میں نادر شاہ ایرانی نے دہلی پر حملہ کر کے قتل عام کیا تھا۔ اور شاہجہاں بادشاہ کا بنا ہوا تخت طاؤس۔ سونے اور جواہرات کا بے شمار مال و دولت کے ساتھ ایران لے گیا تھا۔

درگاہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ شاعر (طوطی ہند)

درگاہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے سامنے جنوب کی طرف سنگ سرخ کا جالی دار احاطہ ہے۔ اور بیچ میں سنگ مرمر کی خوشنما جالیاں لگی ہوئی ہیں اور اندر سنگ مرمر کے خوبصورت کٹہرے کے اندر سلطان الشعرا حضرت امیر خسروؒ طوطی ہند کا مزار شریف ہے۔ مزار کے سرہانے سنگ مرمر کی لوح نصب ہے۔ جو خواجہ مہدی نے بابر بادشاہ غازی کے زمانے میں لگائی تھی

اس لوح کے اوپر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات۔

طوطیٔ شکر مقال

۷۲۵ھ

اور آپ کی مدح و شان میں فارسی اشعار کندہ ہیں۔

حضرت امیر خسرو صاحب بڑے مشہور اور بے مثل شاعر تھے۔ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ اور بڑے بڑے فارسی شعر دیکے دیوان ہیں۔ نیز، آپ کے ہندی اشعار بھی بہت مشہور و مقبول ہیں۔

مزار حضرت خواجہ ابوبکر چشتیؒ

حضرت امیر خسروؒ کے روضہ شریف کے قریب مشرق میں حضرت خواجہ ابوبکر چشتی کا مزار شریف ہے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے "خواہر زادۂ حقیقی" اور خلیفہ خاص تھے۔ اپنے زمانے کے بڑے عالم فاضل اور ولی کامل بزرگ ہوئے ہیں۔

مقبرہ خان اعظم نواب شمس الدین اتکہ خاں

یہ مقبرہ درگاہ شریف کے احاطے کے باہر مشرق میں واقع ہے۔ بڑا عالی شان اور خوشنما بنا ہوا ہے۔ ارد گرد پختہ چار دیواری ہے۔ اور بیچ میں بہت بڑا گنبد ہے۔ یہ عمارت سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ رنگ برنگ کے پتھروں کا خوبصورت کام ہے۔ اور

سنگِ مرمر کے اوپر خوشنما نقش و نگار اور آیات قرآنی کندہ ہیں۔
مقبرہ کے اندر اکبر بادشاہ کے معتمد و مصاحب خان اعظم نواب شمس الدین
اتکہ خاں کی قبر ہے۔ وہ اکبر بادشاہ کے "دودھ بھائی" کے باپ اور بڑے
مشہور فوجی جنرل تھے۔

چونسٹھ کھمبہ

خان اعظم کے مقبرہ کے کچھ فاصلہ پر مشرق کی طرف "چونسٹھ کھمبہ"
واقع ہے۔ یہ بہت بڑا عالیشان اور خوبصورت سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے
اس میں چونسٹھ ۶۴ ستون ہیں۔ اس لئے اسے چونسٹھ کھمبہ کہتے ہیں۔ اس
کے اندر خان اعظم نواب شمس الدین اتکہ خاں کے بیٹے مرزا عزیز کوکلتاش
خاں کی قبر ہے۔ وہ اکبر بادشاہ کے "دودھ بھائی" اور بڑے مقرب امیر تھے
ان کی قبر بھی سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اور دوسری اور قبریں بھی جو انہیں
کے خاندان کی ہیں۔ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں۔ یہ عمارت بڑی لاجواب
اور قابل دید ہے۔

مدفن مرزا غالبؒ

"چونسٹھ کھمبہ" کے سامنے شمال کی طرف ہندوستان کے مشہور
فلسفی شاعر نواب اسد اللہ خاں غالبؒ کا مزار ہے۔ یہ فارسی اور اردو کے
بے مثل ادیب اور شاعر تھے۔ ان کا کلام فصاحت و بلاغت سے لبریز ہے

اور بہت مشہور و مقبول ہے۔ سرمزار سنگ مرمر کی ایک لوح نصب ہے اور اس پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

یا حی یا قیوم

رشک عرفی و فخر طالب مرد — اسد اللہ خاں غالب مرد

کل میں غم و اندوہ میں بخاطر محزوں — تھا تربت استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک

دیکھا جو مجھے فکر میں تاریخ کی مجروح — ہاتف نے کہا "گنج معانی ہے تہ خاک"

۱۲ ھ ۸۵

مقبرہ خاں خاناں

"اوکھلہ" روڈ پر مقبرہ ہمایوں سے کچھ فاصلہ پر نواب عبدالرحیم خانخاناں کا مقبرہ ہے۔ یہ اکبر بادشاہ کے اتالیق اور مشہور سپہ سالار بیرم خاں (خانخاناں) کے بیٹے تھے۔ اکبر بادشاہ ان کو اپنے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتا تھا۔ اور یہ اکبر بادشاہ کی طرف سے گجرات، کاٹھیاواڑ کے صوبے دار بھی تھے۔ انہوں نے بڑی بڑی مہمات سرانجام دی تھیں۔ اور یہ بڑے مشہور فوجی جرنیل اور نامور امیر و کبیر تھے۔ ان کا مقبرہ بڑا عالی شان سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ مگر اب بالکل شکستہ اور تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ اس کے اردگرد ٹوٹے پھوٹے گھنڈرات ہیں۔ اور بیچ میں ایک بلند چبوترے پر بہت بڑا سر بفلک گنبد ہے۔ جس کے پتھر اکھاڑ لئے گئے ہیں۔ اور بہت بے رونق ہو گیا ہے۔ یہ ایک جلیل القدر ہستی کا مدفن ہے۔ اور اب مکمل عبرت کا نقشہ ہے۔

گونجتے تھے جن کی نوبت سے زمین و آسماں
چپ پڑے ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

بارہ پلہ

اوکھلہ روڈ پر یہ مشہور و معروف پل واقع ہے۔ اس کے نیچے سے دریائے جمنا کا معاون نالہ بہتا ہے جس میں صوبہ دہلی کے گرد و نواح کا پانی جمع ہو کر آتا ہے۔ ۱۰۳۱ھ میں "آغا مہربان" کے زیر اہتمام تعمیر ہوا تھا۔ نہایت مستحکم چونے اور پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اس کے "بارہ" در ہیں۔ اس لئے اسے "بارہ پلہ" کہتے ہیں۔ پل کے اوپر ایک کتبہ لگا ہوا ہے۔ جس کے اوپر پل کی تاریخ تعمیر اور جہانگیر بادشاہ کی تعریف و توصیف کندہ ہے۔

مزار حضرت سید محمود بحا

بارہ پلہ کے سامنے موضع "کلو کھڑی" ہے۔ یہاں حضرت محمود بحار صاحب کا مزار شریف ہے۔ جو بہت بڑے ولی کامل اور مجذوب درویش تھے۔
تاریخ وفات ۱۲۶۶ھ ہے۔

نوٹ:۔ اسی جگہ "خاندان خلجی" کے آخری بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ نے اپنا نیا شہر بسایا تھا جس کے کھنڈرات گرد و نواح میں نظر آتے ہیں۔
کلو کھڑی اسٹیشن سے نئی دہلی چھاؤنی تک نئی ریلوے لائن تعمیر ہوئی ہے

اوکھلہ

دہلی سے سات میل کے فاصلہ پر اوکھلا روڈ کے اوپر دریائے جمنا کا مشہور و معروف اور مستحکم بند ہے۔ یہاں ایک گاؤں "اوکھلہ" واقع ہے۔ اس لئے اس بند کو بھی اوکھلہ کہتے ہیں۔ یہہ بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اور بڑی قابل دید سیر گاہ ہے۔ یہاں پانی کو اس خوبی سے روکا گیا ہے۔ کہ جھالرہ اور آبشار کا سا منظر معلوم ہوتا ہے۔ اس بند میں "خزانہ" "مچھلی نالہ" "موہنڈٹا" "دیبی" وغیرہ قابل دید مقامات ہیں۔ یہاں سے ایک بڑی نہر "آگرکنال" نکالی گئی ہے۔ جس میں آب پاشی کے لئے ضرورت کے وقت۔ سارے دریا کا پانی چلا جاتا ہے۔ اور دور دور تک کے علاقے کی زمین سیراب ہوتی ہے "اوکھلہ" مچھلی کی بڑی شکارگاہ ہے۔ دور دور تک پر کیف سبزہ زار اور دریا کے دلچسپ و دل کش مناظر ہیں۔ اس لئے دن بھر شکاریوں اور تماشائیوں کا ہجوم رہتا ہے۔

مندر کالکاجی

دہلی سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر "اوکھلے" کے قرب میں "کالکاجی" کا مشہور مندر واقع ہے۔ یہاں کالکا دیوی کا استھان ہے۔ اس لئے یہ اہل ہنود کی قدیم پوجا گاہ ہے۔ مندر کی عمارت سنگ مرمر کی بہت

خوشنما بنی ہوئی ہے۔ اور" اکاسں" کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ایک دہرم شالہ بھی ہے۔ سال میں ڈو دفعہ "چیت اشٹمی" اور "اسوج اشٹمی" کو یہاں بہت زور کا میلہ ہوتا ہے۔ اور ہزاروں جاتری آتے ہیں۔

تغلق آباد

دہلی سے دس میل کے فاصلہ پر (کالکا سے آگے) یہ مشہور و معروف قلعہ واقع ہے۔ اس قلعہ کو "غیاث الدین تغلق بادشاہ" نے ۱۳۲۱ء میں بنوایا تھا یہ بہت بڑا۔ عالیشان اور مستحکم قلعہ تھا۔ مگر اب بالکل ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر بن گیا ہے۔ اس کے ۵۶ کوٹ اور بارہ دروازہ تھے۔ اب وہ سب شکستہ اور برباد ہو گئے ہیں۔

اس قلعہ کو دیکھ کر عبرت آتی ہے۔ اسی جگہ قلعہ کے بانی "سلطان غیاث الدین تغلق" کا مقبرہ ہے۔ جو بڑا عالیشان اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ مقبرہ کی چار دیواری اندر اور باہر سے سنگ سرخ کی ہے۔ اور برج سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ جگہ جگہ سنگ مرمر و سنگ سرخ کی دھاریاں ہیں۔ اور مقبرہ کے اندر باہر خوشنما نقش و نگار اور مینت کاری کی ہوئی ہے۔ یہ مقبرہ بھی اگرچہ امتداد زمانہ اور بے غوری کی وجہ سے خراب و شکستہ ہو گیا ہے مگر پھر بھی قابل دید ہے۔

اس کے قریب ہی مشہور و معروف قصر "کوشک ہزار ستون" واقع ہے۔ یہ غیاث الدین تغلق بادشاہ کا بنایا ہوا ہے۔ اس میں ایک ہزار ...

Tomb of Tulaq & Fort Delhi

ستون سنگ خارا کے لگے ہوئے ہیں۔ پہلے یہ بہت عالیشان ۔ اور بے مثل عمارت تھی۔ مگر اب بالکل تباہ و برباد ہو گئی ہے۔

درگاہ حضرت خواجہ قطب صاحب

یہ" درگاہ قصبہ" مہرولی" میں دہلی سے گیارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ" صوبہ دہلی" میں سب سے قدیم اور مقدس زیارت گاہ ہے۔ اس جگہ ہر مذہب و ملت کے لوگ آتے ہیں اور فیض ظاہری اور باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔ یہاں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (خلیفہ وجانشین حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اجمیریؒ) کا مزار شریف ہے۔ حضرت اپنے زمانے کے قطب الاقطاب اور بڑے ولی کامل بزرگ تھے۔ سلطان شمس الدین التمش بادشاہ کو آپ سے بہت عقیدت تھی اور بادشاہ آپ کا مرید بھی تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے پیرومرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔

آپ کے روضۂ شریف کے اردگرد سنگ مرمر کی جالیوں کا احاطہ ہے۔ اور مغربی دیوار کے اوپر جو بہت بلند بنی ہوئی ہے۔ نہایت خوشنما رنگین نقش و نگار اور سنہری کام کیا ہوا ہے۔ تمام روضہ شریف میں سنگ مرمر کا فرش ہے۔ مزار مبارک آپکے خلیفہ وجانشین حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے ہاتھ کا کچا (مٹی کا) بنا ہوا ہے۔ اور ان کی مقدس یادگار ہے۔ مزار مبارک کے اوپر بھی کوئی گنبد یا عمارت نہیں ہے۔ عرس کے

موقع پر شامیانہ لگایا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین صاحبؒ کی تاریخ وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہے۔ ہر سال ۱۴ ربیع الاول کو آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ اور بے شمار زائرین آتے ہیں۔

مسجد اس درگاہ میں مغرب کی طرف شاہ عالم بادشاہ کی بنائی ہوئی ایک خوشنما مسجد ہے۔ مسجد کے برج اور شاندار مینارے سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ اور مسجد کے اندر خوشنما سنہری کام کیا ہوا ہے۔

مقبرہ شاہ عالم بادشاہ مسجد کے برابر ہی شاہ عالم بادشاہ۔ اور ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی کی قبر ہے۔ دونوں قبریں سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں۔ اور سرہانے سنگ مرمر کے خوشنما کتبے لگے ہوئے ہیں۔

گندھک کی باؤلی درگاہ خواجہ قطب صاحب سے مشرق کیطرف پرانے زمانے کی ایک وسیع و عالیشان باؤلی بنی ہوئی ہے۔ اس کا پانی گندھک کا مرکب ہے۔ آج کل اس باؤلی کو پاٹ کر اس کے اندر مسافر خانے کی سہ منزلہ عمارت بن گئی ہے۔ اور بند زینے کے ذریعہ باؤلی میں راستہ جاتا ہے۔ درگاہ شریف کے گرد و نواح میں بہت سے پرانے قابل دید مقامات ہیں۔ اور بڑے بڑے بزرگوں کے مزارات ہیں۔ خصوصاً حضرت خواجہ قطب صاحبؒ کے مرید و خلیفہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ۔ اور حضرت خواجہ بدر الدین غزنویؒ کے مزارات

جو درگاہ شریف کے قریب ہی واقع ہیں۔ درگاہ شریف کے مشرق میں سلسلۂ "نظامیہ" کے مشہور ولی کامل بزرگ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی کا مزار شریف ہے۔ سنگ مرمر کا حجرہ ہے اور مزار بھی سنگ مرمر کا ہے۔

ظفر محل درگاہ کے باہر بڑی دروازے کے قریب بہادر شاہ ظفر دہلی کے آخری بادشاہ کا بنایا ہوا۔ بڑا عالی شان اور خوشنما محل ہے۔ سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔

شمسی حوض درگاہ قطب صاحبؒ سے کچھ فاصلہ پر ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ اسے شمسی حوض کہتے ہیں۔ اس کو سلطان شمس الدین التمش بادشاہ نے بنوایا تھا۔ پہلے یہ بہت خوشنما اور سنگ سرخ کا بنا ہوا تھا۔ اس کا محیط کئی میل تھا۔ اور ہر وقت صاف و شیریں پانی سے لبریز رہتا تھا۔ مگر اب بالکل تباہ و برباد ہوگیا ہے۔ صرف تھوڑا سا حصہ باقی ہے برسات میں بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ گرد و نواح کا تمام برساتی پانی جمع ہو کر اسی میں آتا ہے۔ اور پھر یہاں سے "جھرنہ" میں جاتا ہے۔ برسات کے موسم میں اس حوض اور گرد و نواح کا نظارہ بڑا دلچسپ اور قابل دید ہوتا ہے۔ اس حوض میں سنگھاڑے کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ یہاں کے سنگھاڑے بہت عمدہ اور لذیذ ہوتے ہیں۔

جھرنہ شمسی حوض سے کچھ فاصلہ پر مشرقی سمت میں مشہور سیرگاہ جھرنہ ہے۔ یہ اکبر بادشاہ کا بنایا ہوا ہے۔ اور سنگ سرخ کا بہت خوشنما بنا ہوا ہے۔ مغربی۔ اور شمالی سمت میں دالان بنے ہوئے

ہیں۔ بیچ میں ایک حوض ہے۔ اور ایک چھوٹی سی نہر بنی ہوئی ہے۔ اس کے قریب صحن میں ایک حوض سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ جو چھبیس فٹ مربع اور آٹھ فٹ گہرا ہے۔ جھرنہ کا دہانہ ایک فٹ سات انچ ہے۔ اس میں سے برسات کے موسم میں پانی کی چادریں چھوٹتی ہیں۔ جھرنے کے نیچے بہت سے طاق دیواروں میں بنے ہوئے ہیں جس میں شاہی زمانے میں چراغ جلائے جاتے تھے۔ اور پانی کی صاف و شفاف چادر کے نیچے چراغوں کی روشنی کا بڑا دلچسپ منظر ہوتا تھا۔ جھرنہ کے گرد و نواح میں بہت سے آم کے اور جامن کے درخت ہیں۔ ان درختوں اور مکانات کے اوپر سے لڑکے حوض میں کودتے ہیں۔ اور بڑا دلچسپ و پرلطف منظر ہوتا ہے برسات کے موسم میں یہاں بہت سے تماشائی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ایک میلہ سا لگ جاتا ہے۔

نوٹ :۔ یہاں ہر سال موسم برسات میں ساون۔ بھادوں کے مہینے میں بہت بڑا میلہ ہوتا ہے۔ جسے پھول والوں کی سیر کہتے ہیں۔ اس میں بے شمار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ یہ میلہ بہت قدیم ہے۔ اور مغل بادشاہ محمد شاہ کا جاری کیا ہوا ہے۔

اولیا مسجد شمسی حوض کے مشرقی کنارے پر ایک خوشنما مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس کے چبوترے پر حضرت خواجہ قطب صاحبؒ نے چلہ کشی فرمائی تھی۔ یہ بڑا مقدس اور روحانی مقام ہے۔ اس کے برابر ہی حوض کے کنارے حضرت عبدالحق محدث

دہلوی کا مقبرہ ہے۔ جو بہت بڑے عالم فاضل، محدث و مفسر اور بڑے ولی کامل بزرگ تھے۔ تاریخ وفات ۱۰۵۲ھ ہے۔

مہرولی کے باغات قصبہ مہرولی ایک پہاڑی مقام ہے۔ اور نہایت سرسبز و زرخیز ہے۔ یہاں بہت سے آموں کے باغات ہیں۔ گرد و نواح کا منظر بہت دلچسپ اور دلکش ہوتا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بھی بہت عمدہ اور فرحت بخش ہے۔ اس لئے یہاں سیلانی اور تماشائی بکثرت آتے ہیں۔ موسم برسات کا منظر بڑا پرکیف ہوتا ہے۔ دور دور تک سبزہ زار، برساتی پانی کے چشمے اور تالاب دل لبھاتے ہیں الغرض یہ بڑی پرلطف سیرگاہ اور قابل دید مقام ہے۔

مقبرہ سلطان غاری

یہ مہرولی سے ۵ میل کے فاصلہ پر مغرب میں واقع ہے۔ اسے سلطان شمس الدین التمش بادشاہ نے ۶۲۳ھ میں تعمیر کیا تھا۔ یہ مقبرہ ایک غار میں واقع ہے۔ اور پہاڑ کو کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ اس میں سلطان ناصر الدین غازی بادشاہ (ابن سلطان شمس الدین التمش بادشاہ) کی قبر ہے۔ جو بڑے عادل و منصف، رعایا پرور اور صوفی مشرب بادشاہ تھے۔ مقبرہ کے قریب ایک چھوٹی سی سنگ مرمر کی مسجد بنی ہوئی ہے۔ آج کل یہ مقام بالکل ویران اور غیر آباد ہے۔ صرف ہر سال عرس ہوتا ہے جس میں دہلی اور گرد نواح اکثر لوگ شامل ہوتے ہیں۔

مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ

قصبہ مہرولی کے گرد و نواح میں دور دور تک بہت سے شکستہ کھنڈرات اور مقبرے محلات وغیرہ ہیں۔ ان ہی میں سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ کا عالیشان مقبرہ ہے جواب بالکل تباہ و برباد اور شکستہ ہوگیا ہے۔ اس کو معزالدین کیقباد بادشاہ نے ۱۲۸۶ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قریب ہی شہزادہ خان شہید کا شکستہ مقبرہ ہے۔

قطب مینار

یہ لاٹھ سلطان شمس الدین التمش بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے۔ پہلے قطب الدین ایبک بادشاہ نے اس کا ایک کھنڈ (ایک حصہ) بنایا تھا اور التمش بادشاہ نے اسے پورا بنا کر تکمیل کی تھی۔ یہ دہلی سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۶۲۲ھ میں مشہور ہندو راجہ پرتھوی راج کے بڑے بتخانہ کو توڑ کر "مسجد قوت الاسلام" بنائی گئی تھی۔ یہ اس مسجد کا ایک مینارہ ہے۔ اور دوسرا مینار نامکمل رہ گیا کیونکہ التمش بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ اگر یہ مسجد اور اس کے دونوں مینارے مکمل ہوجاتے۔ تو وہ تمام دنیا میں سب سے بڑی اور عدیم المثال مسجد ہوتی۔ اس کی بلندی اسّی گز ہے۔ پہلے اس کے سات کھنڈ تھے۔ مگر اب صرف پانچ باقی رہ گئے ہیں اوپر کے دو کھنڈ بجلی کی وجہ سے ٹوٹ گئے۔ اس مینارے کے اندر ۳۷۶ در

Qutub Minar Delhi

زینہ ہے جس کی ۳۷۸ سیڑھیاں ہیں۔ ہر کھنڈ کے خاتمہ پر کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ ہوا اور روشنی کا اچھا انتظام ہے۔ جگہ جگہ روشندان بنے ہوئے ہیں۔ مینار کے چار کھنڈ سرتاپا سنگ سرخ کے ہیں۔ اور پانچواں کھنڈ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ یہ مینا نیچے سے ۵۰ ا فٹ مدور اور اوپر سے ۳۰ فٹ مدور ہے۔ بعض کھنڈ گول ہیں بعض قمر کی شکل (کمرکی) کے بنے ہوئے ہیں۔ مینار کے اوپر اور گرد نقش و نگار اور آیات قرآنی کندہ ہیں۔ پہلے کھنڈ کے اوپر ایک کتبہ بھی لگا ہوا ہے جس پر قطب الدین ایبک اور اسکے آقا سلطان محمد غوری بادشاہ کا نام نامی بھی کندہ ہے اور باقی تمام کھنڈوں پر سلطان شمس الدین التمشؒ بادشاہ کا نام کندہ ہے۔

یہ مینار بہت خوشنما اور لاجواب بنا ہوا ہے۔ دنیا کے "ہفت عجائبات" میں اس کا شمار ہے۔ اس کے اوپر چڑھ کر گرد و نواح کا منظر نہایت دلکش اور دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قریب ہی مسجد کے شکستہ کھنڈرات ہیں۔ اور ایک بڑی محراب اور دو چھوٹی محرابیں ہیں۔ جو سنگ سرخ کی بہت خوشنما اور بے نظیر بنی ہوئی ہیں۔ ان کے اوپر بھی "آیات قرآنی" اور بہت خوبصورت نقش و نگار کندہ ہیں۔

علائی دروازہ

قطب مینار کے قریب یہ مشہور اور عالیشان دروازہ ہے۔ اس کے چاروں طرف چار در سنگ خارا اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ اس کو

علاء الدین خلجی بادشاہ نے ۱۳۱۰ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قریب ہی محل شاہی تھا جو اب ٹوٹ پھوٹ کر تباہ و برباد ہوگیا ہے۔ اور صرف یہ دروازہ بطور یادگار باقی ہے۔ یہاں سلطان علاء الدین خلجی کا مزار بھی ہے

دروازہ کی دیواریں اندر سے ۳۴ فٹ مربع ہیں اور باہر سے ۵۶ فٹ مربع ہیں۔ آثار تین گز چوڑا ہے۔ تمام دروازہ اور اس کی تمام دیواروں پہ بہت خوشنما اور بے مثل نقش و نگار کندہ ہیں۔ اس میں خلجی بادشاہ دربار کیا کرتا تھا۔ اب یہ اس کا مدفن ہے۔ اور یہ عبرت کا مرقع ہے۔

مقبرہ حضرت امام ضامنؒ

اس کے قریب ہی حضرت امام ضامنؒ مشہور ولی کامل بزرگ کا مقبرہ ہے۔ یہ ۹۴۴ھ میں تعمیر ہوا تھا۔ اندر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ مقبرہ سنگ سرخ کا ہے۔ اور اس کے اوپر خوشنما نقش و نگار اور آیات قرآنی کندہ ہیں۔

مقبرہ التمش بادشاہ

یہ مقبرہ لب سڑک قطب مینار کے قریب واقع ہے۔ اس میں سلطان شمس الدین التمش بادشاہؒ کا مزار ہے۔ جو بڑا عادل و منصف و ولی کامل بادشاہ تھا۔ اس کے مقبرہ کو سلطانہ رضیہؒ نے جو التمش بادشاہ کی بیٹی تھی اور بڑی مشہور ملکہ ہوئی ہے ۱۲۳۵ء میں تعمیر کرایا تھا۔ مقبرہ کی عمارت باہر سے سنگ خارا اور اندر سے سنگ سرخ کی ہے۔ بعض جگہ سنگ

مرمر بھی لگا ہوا ہے۔ دیواروں پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ کسی زمانہ میں، یہ مقبرہ بڑا عالیشان تھا مگر اب بالکل تباہ و برباد اور شکستہ ہو گیا ہے۔ صرف چار دیواری باقی ہے۔ اور مقبرہ کا برج بھی گر پڑا ہے۔

بت خانہ رائے پتھورا، اور لوہے کی لاٹھ

قطب مینار کے قریب گرد و نواح میں رائے پتھورا کا عظیم الشان شکستہ بت خانہ واقع ہے۔ یہ بتخانہ نہایت وسیع و خوبصورت اور "سومنات" کے مندر کے ہم پلہ تھا۔ مگر اب بالکل تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ کچھ شکستہ کھنڈرات باقی ہیں۔ جو اپنی گذشتہ شان و شوکت کا پتہ دیتے ہیں۔ اسی بت خانہ میں راجہ "پرتھوی راج" کی بنائی ہوئی "لوہے کی لاٹھ ہے۔ جو سات دھاتوں سے مرکب ہے۔ اس کا طول ۵۰ فٹ اور قطر ۱۶ انچ ہے یہ بائیس فٹ سطح، زمین سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ اور زمین کے اندر اٹھائیس فٹ گہری لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر نصب ہے۔ اس لاٹھ کو پرتھوی راج نے اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کے لئے لگایا تھا۔ لاٹھ کے اوپر "راجہ دہلو" کا فتح نامہ" قدیم سنسکرت زبان میں کندہ ہے۔ لاٹھ کے قریب ہی "جوگ مایا" کا مشہور مندر واقع ہے۔ جو ہندوؤں کا بڑا قدیم اور مقدس مقام ہے۔ یہاں ہر سال میلہ بھی ہوتا ہے۔

"لوہے کی لاٹھ" کے قریب گرد و نواح میں دور دور تک "رائے پتھورا" کے مشہور و عظیم الشان قلعہ کے کھنڈرات نظر آتے ہیں۔ اگرچہ یہ قلعہ بالکل تباہ،

و برباد ہوگیا ہے۔ مگر پھر بھی مشہور و تاریخی مقام ہے۔ اس لئے قابل دید ہے
قلعہ کی خندق کے پاس مشہور درویش و مبلغ "بابا حاجی روزبہ" کا مزار
شریف ہے۔ جن کی تبلیغ سے پرتھوی راج کی بیٹی اور ہزاروں ہندو مسلمان
ہوگئے تھے۔ انہیں کے مزار کے قریب "نومسلمہ راجکماری" کی قبر ہے۔

مقبرہ ادہم خاں

قطب مینار سے کچھ فاصلہ پر "اکبر بادشاہ" کے مصاحب
اور فوجی جنرل نواب ادہم خاں کا مقبرہ ہے جس کو
اکبر بادشاہ نے اپنے دودھ بھائی کے باپ" خان اعظم نواب اتکہ خاں"
کو بر سر دربار قتل کرنے کے قصاص میں اپنے محل کی دیوار پر سے نیچے
پھینک کر مروا ڈالا تھا۔ اس کا مقبرہ چونے اور پتھر کا نہایت عالیشان بنا
ہوا ہے۔ اور ۱۵۶۲ء میں تعمیر ہوا ہے۔

حوض خاص

دہلی سے آٹھ میل کے فاصلہ پر قطب روڈ کے مغرب میں ایک بہت
بڑا "بند" برساتی پانی کا بنا ہوا ہے۔ اس میں تمام گرد و نواح کا پانی آکر جمع
ہوتا ہے۔ اس بند کو سلطان فیروز شاہ تغلق بادشاہ نے ۱۳۸۸ء میں تعمیر
کرایا تھا۔ یہ بہت وسیع اور عالیشان حوض ہے۔ مگر اب بالکل شکستہ ہوگیا ہے
اس کے قریب ہی مکانات اور نشست گاہیں بنی ہوئی ہیں۔ اور ایک بہت
بڑی اور عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ بڑی دلکش سیرگاہ
ہوگی۔ مگر آج کل اجاڑ اور ویران پڑی ہوئی ہے۔ اسی جگہ فیروز شاہ تغلق

کا عالیشان مقبرہ ہے۔ جسے اس کے بیٹے محمد شاہ بن فیروز شاہ نے بنوایا تھا یہاں سے کچھ فاصلہ پر فیروز شاہ بادشاہ کی مشہور شکارگاہ ہے۔ وہاں بھی پانی کا ایک چھوٹا بند ہے۔ جو اب شکستہ ہوگیا ہے۔ اسے "ست پلہ" کہتے ہیں۔ کیونکہ پہلے اس کے سات در تھے۔ برسات کے موسم میں یہاں گرد و نواح کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اور بڑا دلکش نظارہ ہوتا ہے۔

درگاہ بی بی نور صاحبہ

دہلی سے ۹ میل کے فاصلہ پر قطب صاحب کے راستے میں مغربی جانب یہ مقدس درگاہ واقع ہے۔ یہاں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی والدہ ماجدہ "حضرت بی بی زلیخا" کا مزار شریف ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کے مزارات ہیں۔

درگاہ حضرت روشن چراغ دہلیؒ

دہلی سے دس میل کے فاصلہ پر جنوب کیطرف یہ مشہور و مقدس درگاہ واقع ہے۔ یہاں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید و جانشین حضرت مخدوم نصیر الدین روشن چراغ دہلی کا روضہ شریف ہے۔ آپ بڑے ولی کامل اور تارک الدنیا درویش تھے۔ زہد و اتقا اور علم و فضل میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ کی وفات ۷۵۶ھ میں ہوئی تھی۔ آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے۔ اور قرب و جوار میں آپکے مرید و خلفا کے مزارات ہیں

شاہ مرداںؒ

دہلی سے چھ میل کے فاصلہ پر مقبرہ صفدر جنگ کے قریب موضع علی گنج میں شاہ مرداں کی درگاہ واقع ہے۔ یہ درگاہ محمد شاہ بادشاہ کی شیعہ بیگم نے ۱۱۴۱ھ میں بنوائی تھی۔ یہ اہل شیعہ کا مقدس مقام ہے۔ یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نقش قدم سنگ مرمر کے ایک حوض میں لگا ہوا ہے۔ "محرم" کے مہینہ میں حضرت امام حسینؓ "شہید کربلا" کی شہادت کی سالانہ یادگار میں "ماتمی" مجلس ہوتی ہے۔ اور گرد و نواح میں تعزیوں کے جلوس نکلتے ہیں۔ عوام اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں کیونکہ یہاں تعزیہ دفن بھی ہوتے ہیں۔

اس جگہ مشہور ولی کامل درویش "شاہ عارف علی" صاحب کی درگاہ بھی ہے۔

مقبرہ صفدر جنگ منصور

دہلی سے پانچ میل کے فاصلہ پر (قطب روڈ کی طرف) یہ مشہور مقبرہ ہے اس کو عوام منصور کا مدرسہ کہتے ہیں۔ یہ محمد شاہ بادشاہ کے وزیر اور اودھ کے گورنر نواب منصور علی خاں صفدر جنگ کا مقبرہ ہے۔ اس کی تاریخ تعمیر ۱۱۶۷ھ ہے۔ سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا نہایت عالیشان اور خوشنما بنا ہوا ہے۔ بیچ میں ایک بڑا بلند سنگ مرمر کا گنبد ہے۔ اور چاروں طرف برجیاں اور مینار سے بنے ہوئے ہیں۔ مقبرہ کے نیچے تہہ خانہ ہے
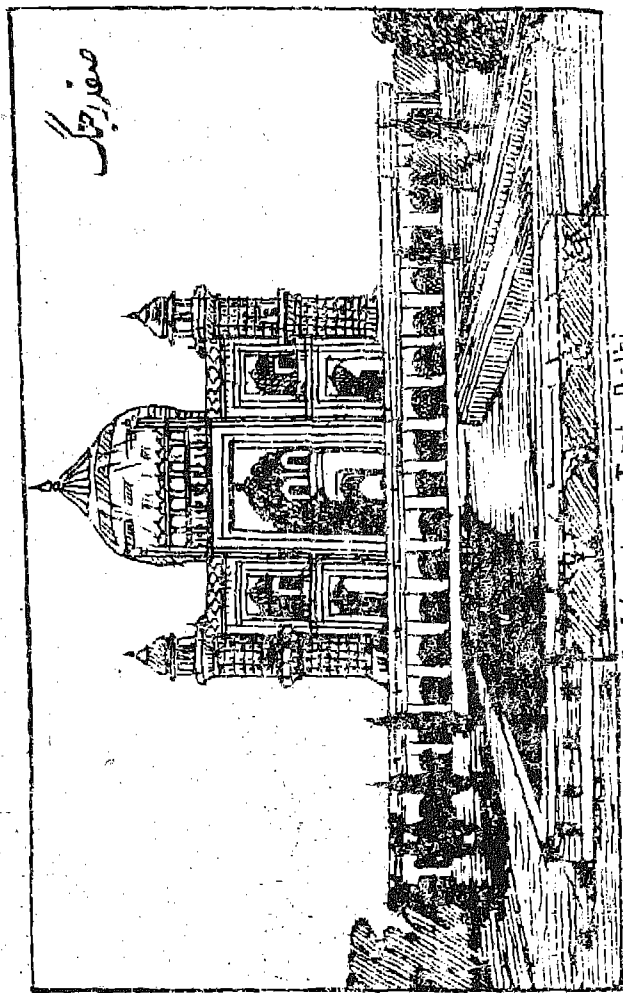
Safdar Jang Tomb, Delhi

اس میں اصل قبر ہے۔ اور اوپر سنگ مرمر کا خوشنما اور بیش قیمت مصلّے لگا ہوا ہے۔ یہ مقبرہ شکل میں کچھ کچھ مقبرہ ہمایوں سے ملتا جلتا ہے۔ مگر مقبرہ ہمایوں سے چھوٹا ہے۔ اور اس سے کم لاگت کا بھی ہے۔

(یا یہ سمجھیے۔ کہ مقبرہ ہمایوں بادشاہ اور مقبرہ منصور میں اتنا فرق ہے کہ جتنا ایک بادشاہ اور وزیر میں ہونا چاہیے۔

اس مقبرہ کے اردگرد عالیشان و پختہ فصیل بنی ہوئی ہے۔ اور احاطہ کے اندر سرسبز باغات۔ اور وسیع و دل کشا تالاب بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کا نظارہ بڑا پرلطف اور دلکش ہوتا ہے۔ اس کے گوشوں پر خوشنما مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی جالیدار برجیاں ہیں جو فصیل کے اوپر بنی ہوئی ہیں۔ جو سیر و تفریح کے بہت موزوں ہیں۔ اس مقبرہ کے دو عالیشان۔ اور خوشنما دروازہ ہیں۔ اور قریب ہی فصیل کے برابر سنگ سرخ کی ایک نہایت خوشنما مسجد بنی ہوئی ہے۔ مقبرہ کے باہر بھی سبزہ زار ہے۔ اور گردو نواح کا بڑا دلچسپ منظر ہے۔ غرض یہ مقام بڑا لاجواب اور قابل دید ہے۔

دہلی طیارہ سٹیشن مقبرہ صفدر جنگ کے قریب ہی دہلی کا مشہور طیارہ اسٹیشن ہے۔ جو لارڈ ولنگڈن صاحب وائسرائے کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ یہ اسٹیشن بہت خوشنما اور وسیع بنا ہوا ہے۔ یہاں (طیارہ) ہوائی جہاز آ کر ٹھہرتے ہیں۔ ہر ہفتہ ہوائی ڈاک آتی ہے۔ اور مسافر بھی آتے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ہوائی جہاز اپنے کرتب بھی دکھاتے ہیں۔ جو قابل دید ہوتے ہیں۔

مقبرہ سلطان سکندر بہلول لودھی

مقبرہ صفدر جنگ کے سامنے ایک بڑا وسیع احاطہ ہے۔ اس میں چار بڑے بڑے عالیشان برج بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک سلطان سکندر بہلول لودہی بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اور دوسرے برجوں میں بھی لودہی خاندان کے بادشاہ مدفون ہیں۔ ان قبروں کی دیواروں پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ یہ مقبرے بہت مضبوط و مستحکم بنے ہوئے ہیں تاریخ تعمیر ۱۳۷ سنہ ہے۔

۱۹۳۶ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کے گورنر جنرل وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن (کی لیڈی صاحبہ) نے یہاں سنگ سرخ کا ایک "میموریل گیٹ" بنوایا ہے۔ اب یہاں پارک بننے شروع ہوگئے ہیں۔ اور جگہ جگہ پھلواری لگائی جارہی ہے پہلے یہ مقام بالکل اجاڑ اور ویران تھا۔ مگر اب چند روز میں بڑی دلکش سیرگاہ بنجائے گا۔

نئی دھلی

ہندوستان کا بےمثل وسیع وکشادہ اور خوبصورت شہر ہے اس کے اندر برٹش فورٹ دفاتر حکومت ہند (نیا قلعہ) وائسرائیگل ہاؤس، پارلیمنٹ ہاؤس اور انڈیا میموریل آرچ گیٹ وغیرہ بےمثل درقابل دید مقامات ہیں جنکی تعمیر پر حکومت ہند نے کروروں روپے صرف کئے ہیں! دربیس سال کے عرصہ میں یہ تعمیری کام ختم ہوا ہے۔ اس شہر میں جگہ جگہ وسیع وکشادہ اور روشن سڑکیں اور بڑے خوشنما بازار ہیں
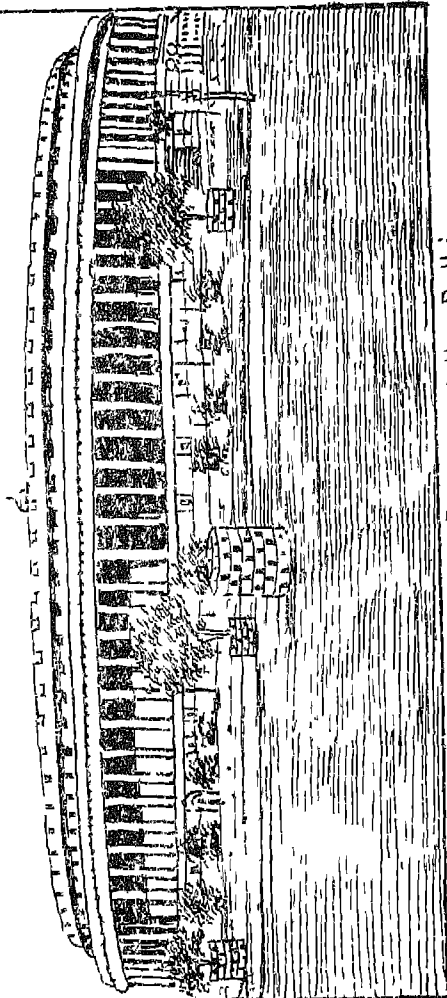
The Indian Parliament, New Delhi

آج واقع بتاریخ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۷۴ء

کو پڑھ کر ختم کیا مقام زہرہ باغ

مالک کتاب ہذا

ملک حسن ادیب صابر

اصغر گڑھی
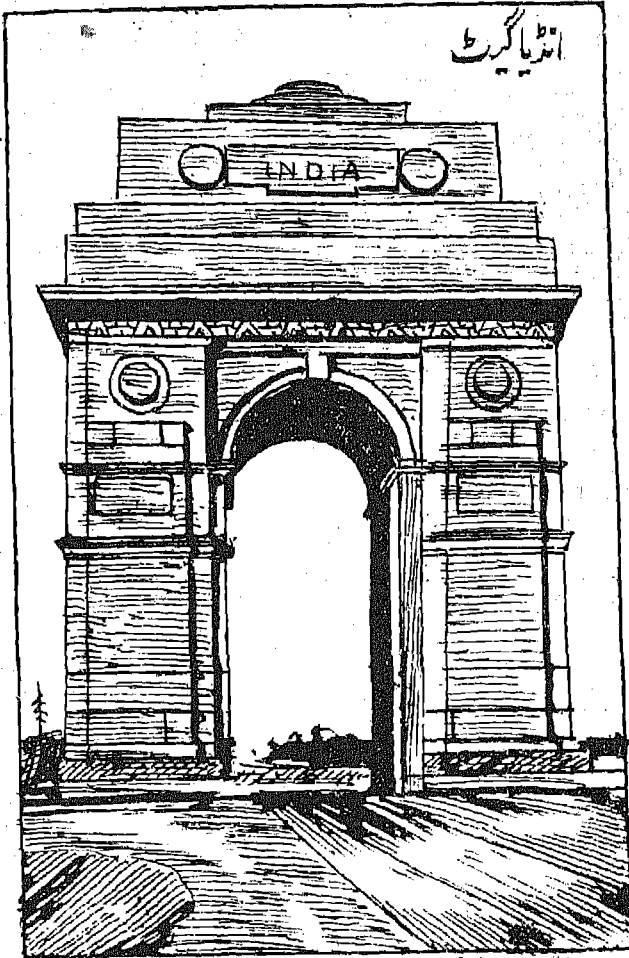
"The All india War Memorial Arch"

سرسبز شاداب پارک اور باغات ہیں۔ چھوٹی چھوٹی نہریں جاری ہیں تمام سڑکوں پر برقی روشنی کا بہترین انتظام ہے۔ رات کے وقت بڑا دلکش منظر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں بڑے بڑے نواب راجہ اور امیروں کے محلات (خصوصاً نظام پیلس) وغیرہ لاجواب اور قابل دید عمارتیں ہیں موسم سرما میں جب والیان ریاست اور امرا اپنے اہلکاروں کے ہمراہ یہاں آتے ہیں، نیز سیزن میں سرکاری دفاتر، افسران اور وائسرائے کی آمد ہوتی ہے۔ تو دہلی اور اس کے گرد و نواح میں بڑی چہل پہل اور رونق ہو جاتی ہے۔

الغرض نئی دہلی کی وجہ سے شہر دہلی کی وسعت و آبادی اور شان و شوکت میں خوب اضافہ ہوگیا ہے۔

انڈیا گیٹ نئی دہلی میں یہ عالیشان دروازہ برٹش گورنمنٹ ہند کا بنایا ہوا ہے۔ یہ سنگ بالنسی کا بہت مستحکم اور خوشنما بنا ہوا ہے۔ دروازہ کے اوپر (INDIA) "ہندوستان" اور جنگ عظیم کے مقتول سپاہیوں کے نام بطور یادگار کندہ ہیں اس کی چھت کے اوپر ایک بھٹی بنی ہوئی ہے اور اس میں خاص موقعوں پر آگ روشن کی جاتی ہے۔ اس لئے اسے "انڈیا میموریل آرچ گیٹ" کہتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس طرح بھٹی میں سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں اسی طرح ہمارے دل سے مقتول سپاہیوں کی یاد اور غم میں آہیں نکلتی ہیں۔

نظام پیلس یہ نئی دہلی میں حضور نظام دکن کا خاص محل ہے۔ اس کو ہز اگزالٹڈ ہائینس میر عثمان علیخاں بہادر والئی دکن نے

تعمیر کرایا ہے۔ محل نہایت خوبصورت خوشنما وسیع وکشادہ اور مستحکم بنا ہوا ہے دیسی ریاستوں کے سب محلات میں یہ محل اعلیٰ وممتاز ہے۔ اس میں بہت سے مکانات اور عمارتیں ہیں محل کے بڑے اور عالیشان گنبد پر حکومت نظام دکن کا پرچم لہراتا ہے محل کے گرد ونواح میں سرسبز وشاداب باغ اور پارک بنے ہوئے ہیں

پارلیمنٹ ہاؤس

یہ عمارت نئی دہلی میں گورنمنٹ انگلشیہ کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ ہندوستان کا پارلیمنٹ ہاؤس (دارالشوریٰ) ہے بہت خوشنما اور عالیشان عمارت ہے۔ پانچ سال کے عرصہ میں ۱۹۲۷ء میں مکمل ہوئی ہے۔ اس کا محیط ½ میل ہے بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے۔ اور ارد گرد بڑے بڑے کمرے ہیں۔ یہاں کونسل آف اسٹیٹ لیجسلیٹو کونسل اور پرنسز کونسل وغیرہ کے اجلاس ہوتے ہیں۔ عمارت کے ارد گرد بہت خوشنما اور گول درانڈہ ہے جس میں ۱۴۴ ستون ہیں یہ بہت خوبصورت اور لاجواب عمارت ہے

وائسرائے ہاؤس

یہ عمارت نئے قلعہ کے قریب واقع ہے۔ بہت خوشنما اور عالیشان بنی ہوئی ہے۔ وائسرائے ہند کیلئے مخصوص ہے

برٹش فورٹ اور دفاتر حکومت ہند

یہ قلعہ نئی دہلی میں تقریباً دو کروڑ روپیہ کی لاگت سے ۱۹۳۰ء میں برٹش گورنمنٹ ہند نے سرتاپا سنگ مالسی کا تعمیر کرایا ہے اسکے شمالی اور جنوبی دو حصے ہیں۔ ہر حصہ پر ایک عالیشان گنبد ۲۱۸ فٹ بلند تعمیر ہے۔ اس عمارت میں تقریباً ہزار کمرے ہیں جنمیں حکومت کے دفاتر وغیرہ ہیں یہ دنیا کی سب سے بڑی دفتری عمارت ہے

جنتر منتر: نئی دہلی کے قریب یہ مشہور فلکی رسدگاہ ہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں
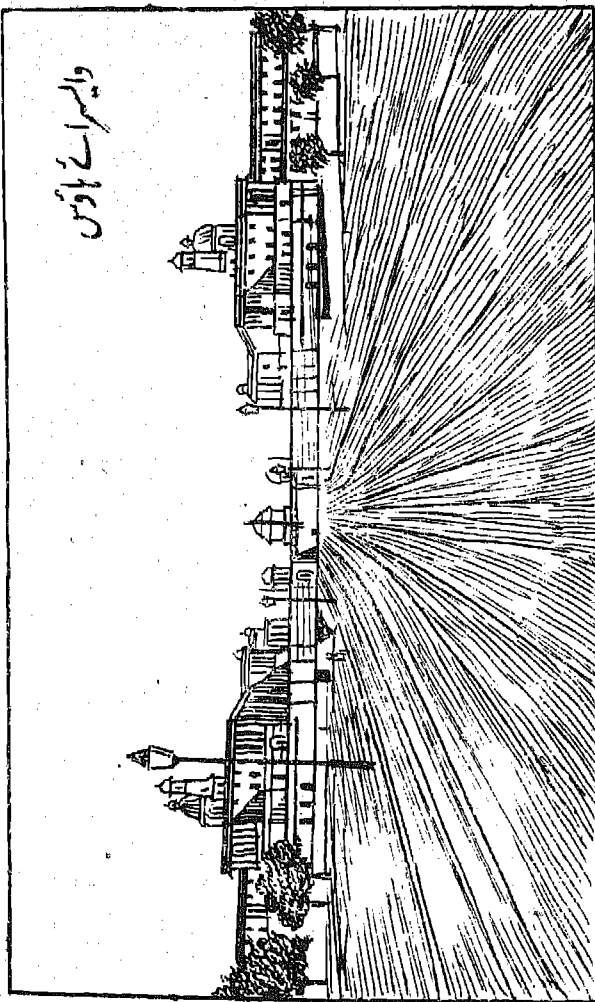
Both Secretariats & Viceroy House, New Delhi
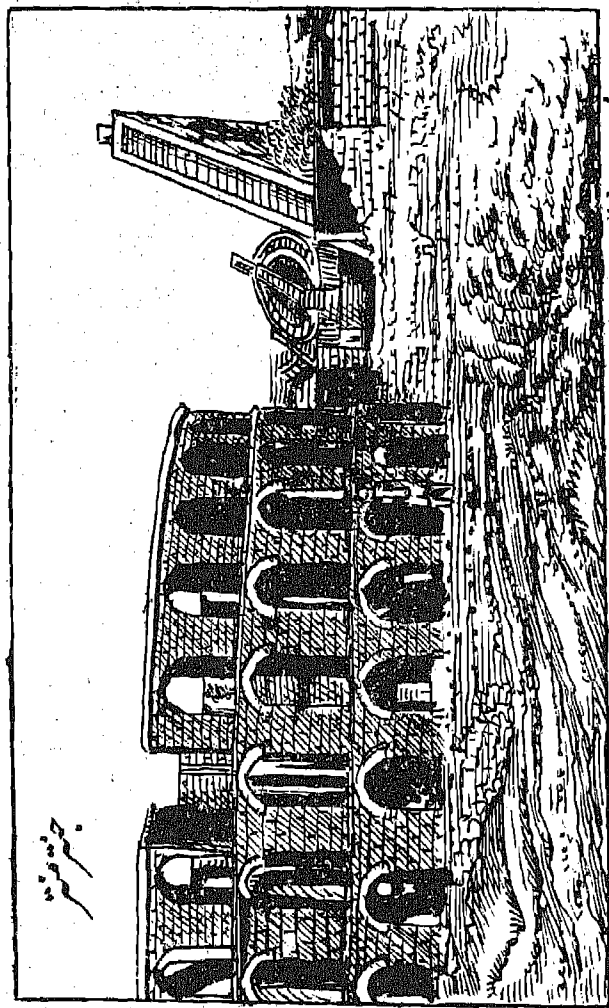
Jantar Mantar or Observatory, Delhi

آج واقعہ بتاریخ ۱۲ فروری ۱۹۷۴ سنہ ء
کو پڑھکر تمام زیر ۲ بجے ختم کی مالک کتاب
علی حسن ادیب ماہر
اصغر آباد جی

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب
۳۱	دیوان بوعلی شاہ قلندرؒ	۴ر	۳۷	دیوان مومن۔
۳۲	دیوان نیاز۔	۵ر	۳۸	دیوان ضامن۔
۳۳	دیوان شمس تبریزؒ	عہ	۳۹	دیوان ظفرؒ
۳۴	دیوان مصحفی۔	۴ر	۴۰	دیوان داغ۔
۳۵	دیوان غالب۔	۵ر	۴۱	دیوان بیدم۔
۳۶	دیوان ذوق۔	۸ر	۴۲	میلاد اکبر۔

تاریخی، تصوفی اور روحانی کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب
مجموعہ ملفوظات سلطان المشائخ	۴	تذکرہ محبوب الٰہیؒ
تذکرہ سلطان المشائخؒ	عہ	حیات رابعہ بصریؒ
سیرت المحبوبؒ۔	۱۰ر	احوال خسروؒ
حیات نظامیؒ	۱۰ر	حیات بوعلی شاہ قلندرؒ
حیات غوث الاعظمؒ	۸ر	حیات روشن چراغ دہلی۔
حیات معینؒ	۴ر	بائیس خواجہ کی چوکھٹ
حیات قطب الاقطابؒ۔	۴ر	تاریخ اولیاء صوبہ دہلی۔
حیات فریدیؒ۔	۵ر	انتخاب کلیات خسرو۔
حیات شمس تبریزؒ	۲ر	تسکین روحانی (اعمال نظامی)
احوال صابرؒ	۲ر	دہلی گائڈ انگریزی۔

منیجر کتب خانہ محبوبی درگاہ معلّٰی حضرت نظام الدین اولیاؒ

(تجلی برقی پریس دہلی)